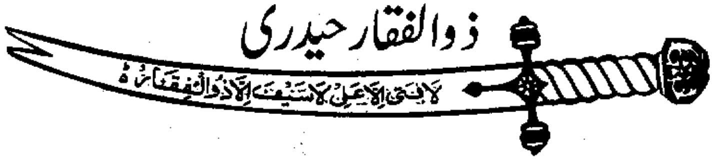

مجموعہ نوحہ جات

انجمن ذوالفقار حیدری

شاعر اھل بیت سید علی محمد رضوی (سچے)

اور دیگر معروف شعرا کے کلام کا مجموعہ

—— ترتیب وتدوین ——

اے ایچ رضوی

محفوظ بک ایجنسی ✿ مارٹن روڈ کراچی
Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

جملہ حقوق بہ حق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ---------------------- مجموعہ نوحہ جات انجمن ذوالفقار حیدری

ترتیب و تدوین: ---------------- اے ایچ رضوی

سن اشاعت: ------------------ مارچ ۲۰۰۱ء

تعداد: -------------------------- ۱۰۰۰

ناشر: ---------------------- محفوظ بک ایجنسی، کراچی

بہ تعاون: -------------------- انجمن ذوالفقار حیدری

کمپوزنگ: -------------------- احمد گرافکس، کراچی

ھدیہ -/۹۰

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

انتظامیہ انجمنِ ذوالفقار حیدری برائے سال ۲۰۰۱ء

۱۔سیّد ارشد علی عابدی	صدر
۲۔سیّد سرور حسین رضوی	نائب صدر
۳۔صادق عباس قزلباش	جنرل سیکریٹری
۴۔سیّد اقبال حسین رضوی	خازن
۵۔سیّد محمد رضا رضوی	جوائنٹ سیکریٹری
۶۔ریاض مرزا	نشرواشاعت
۷۔قمر حیدر	سالار دستہ
۸۔سیّد علی عباس رضوی	نائب سالار دستہ

مجلس عاملہ

سیّد اقبال حسین رضوی	سیّد حسن عباس رضوی
قمر عالم تاب	سیّد ضمیر امام عابدی
سیّد اظہر حسین جعفری	سیّد قمر حسین
سیّد سرور حسین رضوی	سیّد حیدر مہدی رضوی
قاسم عباس قزلباش	سیّد نسیم الحسن عابدی

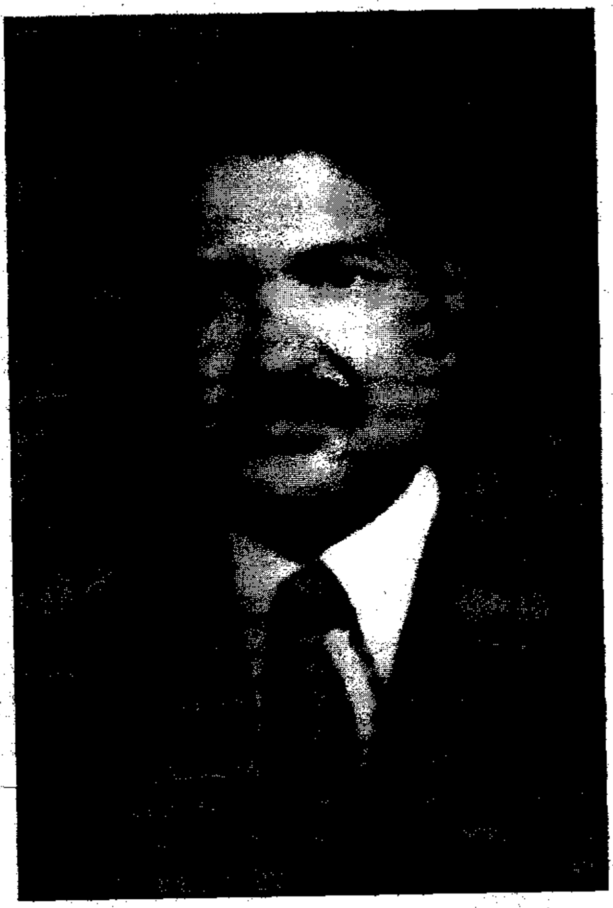

مرحوم سید علی عباس رضوی (بشّے)

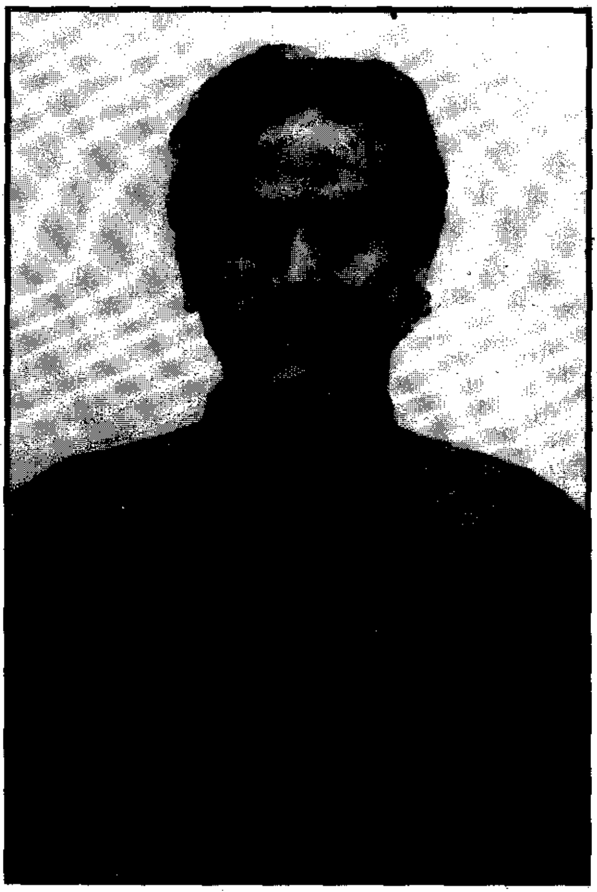

سید آل حیدر رضوی
(صاحب بیاض)

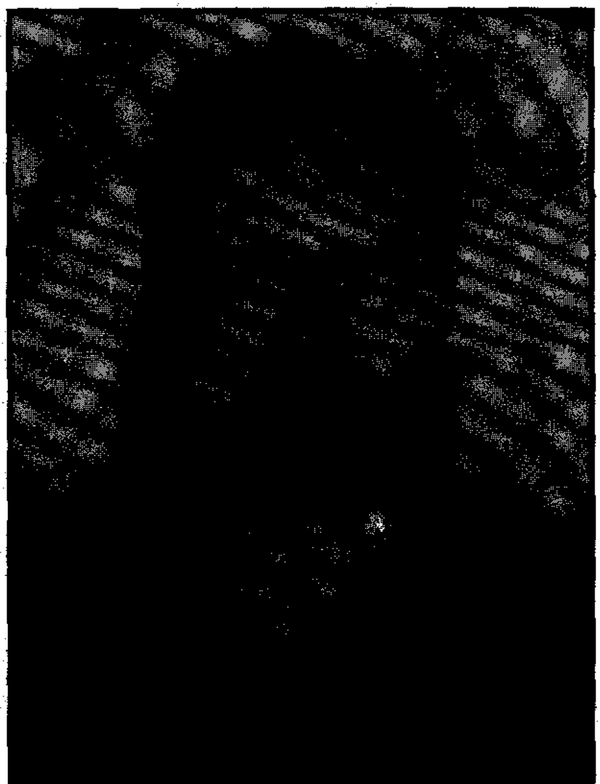

سید حسین عباس رضوی (بادشاہ)
معاون صاحب بیاض

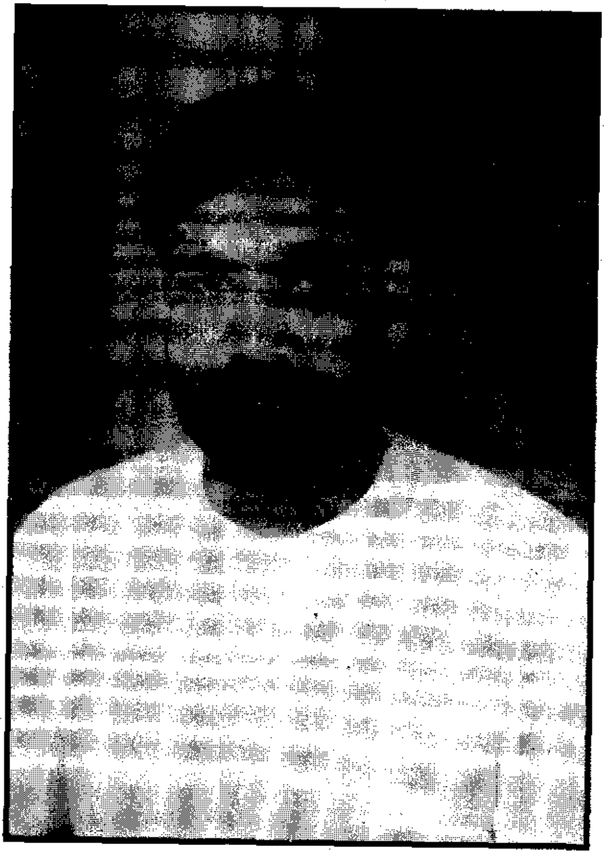

صادق عباس قزلباش
جنرل سکریٹری

معاون صاحب بیاض

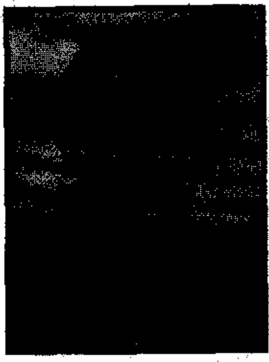
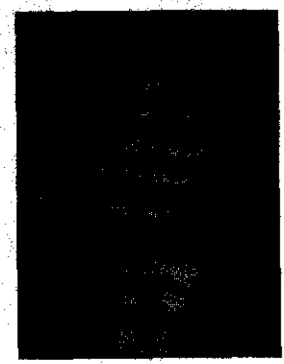
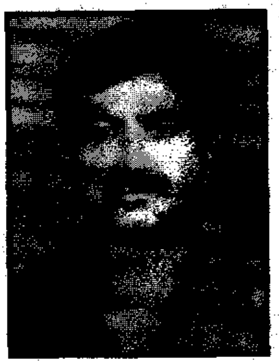

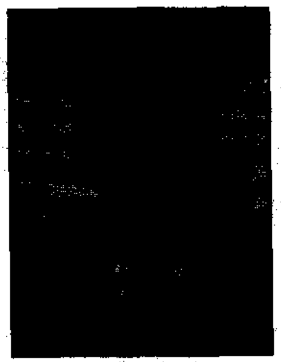

فہرست نوحہ جات

نمبر شمار	مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
	یکتائے زمانہ عہد ساز، سیّد علی محمد رضوی (سچے)	صادق عباس قزلباش	۱۵
	شاہ کے نوحہ خواں	ڈاکٹر قنبر نقوی	۱۹
	الوداع !اے نوحہ خواں	مصورِ غم محشر لکھنوی	۲۰
	قطعہ تاریخ وفات	ڈاکٹر قنبر نقوی	۲۰
۱	کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۲۱
۲	لبیک! یا حسینؑ، لبیک! یا امام	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۲۴
۳	عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۲۶
۴	کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۲۷
۵	وعدے کیے حسینؑ نے جتنے تھے سب نبھا دیئے	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۲۸
۶	روئی زنجیر سجاد کے قدموں سے لپٹ کر روئی زنجیر	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۲۹
۷	پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۳۰
۸	غمِ شبیرؑ امانت ہے میرے سینے میں	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۳۲
۹	ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے	محبّ فاضلی	۳۳
۱۰	اے اہلِ ماتم اہلِ غم، اونچا رہے اپنا علم	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۳۵
۱۱	ہاں عزادارِ حسینی یہ چلن زندہ رہے	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۳۷
۱۲	ماں ڈھونڈ رہی ہے کب سے اصغرؑ آ جاؤ	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۳۹
۱۳	کربلا، کربلا، کربلا آ گئی	سیّد علی محمد رضوی (سچے)	۴۱

۱۴	عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۴۳
۱۵	اُس دل میں کر تلاش نہ ہرگز وفا کے پھول	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۴۵
۱۶	رن پر جو چڑھے جعفرِ طیّار کے پیارے	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۴۶
۱۷	دفن تو کردی شہہِ دیں نے علی اصغرؑ کی لاش	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۴۸
۱۸	عجیب ہے داستانِ غم عجیب ہے	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۴۹
۱۹	تیور وہی، شباب وہی، بانکپن تمام	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۱
۲۰	کربلا میں وہ تیری جنگ الاماں اصغرؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۲
۲۱	کٹ کر گرے تھے کل جو کنارے فرات کے	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۳
۲۲	دیکھنا ہو جو تجھے حق کے ولی کا چہرہ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۴
۲۳	جن کی راہوں سے پیمبرؑ نے ہٹائے کانٹے	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۵
۲۴	الفتِ شبیرؑ کی جس دل میں پھیلی چاندنی	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۶
۲۵	افضل ہے فرشتوں سے جو وہ نوعِ بشر ہوں	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۸
۲۶	دل میں علیؑ علیؑ ہو، زباں پر علیؑ علیؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۵۹
۲۷	مرحبا سیّدِ ابرار حسینؑ ابنِ علیؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۶۲
۲۸	گھر گھر میں، صفِ ماتمِ شبیرؑ بچھا دے	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۶۴
۲۹	سدا رہے گا حسینؑ کا غم	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۶۷
۳۰	ہے تصور میں مرے آمنہ کا لختِ جگر	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۶۹
۳۱	جز خدا کوئی نہیں ہے اپنے سر پر دوسرا	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۷۳
۳۲	یاعلیؑ کہو بڑھاؤ پھر قدم	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۷۴
۳۳	یونہی جب ذکر کہیں شہ کا چھڑا آپ سے آپ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۷۶
۳۴	مولا مرا حسینؑ ہے، آقا مرا حسینؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۷۷
۳۵	علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۷۹
۳۶	یہ سیدہؑ ہے باغِ نبوت کا پھول ہے	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۸۱
۳۷	جب کبھی فرشِ عزا، شہہؑ کی بچھا دیتے ہیں	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۸۲
۳۸	المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ	سیّد علی محمد رضوی (سچّے)	۸۳

۳۹	خون برسا، نہ برستا تھا نہ بادل برسے	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۸۶
۴۰	آجاؤ اب آجاؤ، اب آجاؤ سکینہؑ	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۸۷
۴۱	رشک جنت ہے یہ سرزمین وفا	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۸۸
۴۲	جب سمجھتے ہو نبیؐ کو بھی تم اپنا جیسا	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۱
۴۳	یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۱
۴۴	واہ اے حسینؑ، راز زندگی کو پالیا	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۳
۴۵	یہ رو کے کہتی تھی خواہر، حسینؑ آجاؤ	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۵
۴۶	کام لیتے گر حسینؑ ابن علیؑ، تلوار سے	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۷
۴۷	زندگی ماتمِ سرورؑ کے سوا، کچھ بھی نہیں	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۸
۴۸	رو کے کہتی تھی ماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۹۹
۴۹	علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۰۰
۵۰	ابھی خنجر نہ چلا۔ ابھی خنجر نہ چلا	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۰۲
۵۱	کربلا میں تشنہ لب ہے آج وہ تقدیر سے	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۰۴
۵۲	حق پہ جیو، حق پہ مرو	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۰۵
۵۳	مل لی ہے کربلا کی جبیں پر اٹھا کے خاک	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۰۸
۵۴	حسینی ہوں مجھے اندیشۂ روز جزا کیوں ہو	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۱۰
۵۵	کفر و الحاد کی وادی میں، وہ چمکا سورج	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۱۲
۵۶	حیّ علیٰ خیر العمل	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۱۴
۵۷	کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۱۶
۵۸	ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ	سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)	۱۱۸
۵۹	شہہ نے یہ خیمے کے در سے، دی صدا اصغرؑ چلو	مجاہد لکھنوی	۱۲۰
۶۰	جس کے دل میں حب حیدر ہو وہ آئے سامنے	مجاہد لکھنوی	۱۲۲
۶۱	حسینؑ تم پہ جو ایمان لا نہیں سکتا	مجاہد لکھنوی	۱۲۳
۶۲	جو راہبر نہ ملے راستہ نہیں ملتا	مجاہد لکھنوی	۱۲۵
۶۳	مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ	مجاہد لکھنوی	۱۲۷

۶۴	ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں	مجاہد لکھنوی	۱۲۸
۶۵	رونا غمِ حسینؑ میں یوں کام آ گیا	مجاہد لکھنوی	۱۳۰
۶۶	لوری دیتی تھی شب عاشور مادر سو رہو	مجاہد لکھنوی	۱۳۲
۶۷	الوادع، الوداع، الوداع اے حسینؑ	مجاہد لکھنوی	۱۳۳
۶۸	کسے ناصر ملے ایسے شہہ دل گیر سے پہلے	تجمل لکھنوی	۱۳۴
۶۹	حسینیت نے بنیادِ بہارِ بے خزاں رکھ دی	ہزار لکھنوی	۱۳۵
۷۰	تابع حکم حسینؑ ابن علیؑ عباسؑ ہیں	ظفر جونپوری	۱۳۷
۷۱	اب نہ تو قاسمؑ ہیں نہ اکبرؑ ہیں نہ بھائی عباسؑ	تاثیر نقوی	۱۳۸
۷۲	پہنچی جو قید خانے میں ہندِ نکو سیر	---	۱۳۹
۷۳	فردِ اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے	---	۱۴۲
۷۴	نعمت غم شبیرؑ کی گر تجھ کو خدا دے	---	۱۴۴
۷۵	نظر اُٹھے تو ذرا روشنی کی منزل میں	---	۱۴۶
۷۶	کہا عباسؑ نے اک آن میں نقشہ پلٹ جائے	---	۱۴۸
۷۷	لاش اکبرؑ اُٹھا رہے ہیں حسینؑ	---	۱۴۹
۷۸	رہنے کے لئے دل میں ہے شبیرؑ کی صورت	---	۱۵۰
۷۹	گھر میں تھیں شاہ کے جو کنیزانِ نیک نام	نسیم امروہوی	۱۵۱
۸۰	سر علیؑ کا سجدۂ خالق میں ضربت کے لئے	تجمل لکھنوی	۱۵۶
۸۱	خشک ہونٹوں پر زباں اپنی پھرا کر رہ گیا	حامد لکھنوی	۱۵۷
۸۲	بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے	حامد لکھنوی	۱۵۹
۸۳	شریکِ دعوتِ اسلام ہیں ابوطالب	نسیم امروہوی	۱۶۰
۸۴	حق کی تبلیغ کا پیغام ابوطالب ہیں	نسیم امروہوی	۱۶۵
۸۵	زندگی کی شب چراغ زیرِ داماں حسینؑ	نسیم امروہوی	۱۶۸
۸۶	کربلا ہو چکی تیار، تقدم ولدی	مولانا سید حسن امداد	۱۷۰
۸۷	کیا شانِ علمدار ہے، کیا شان علم ہے	مولانا سید حسن امداد	۱۷۲
۸۸	حسینؑ ہی کا سا اقدام کربلا کرتے	تجمل لکھنوی	۱۷۴

۸۹	مزا لڑائی کا آجائے گا لعینوں کو	تجمل لکھنوی	۱۷۵
۹۰	ماتم سبط پیمبر کی نشانی ہو کر	تجمل لکھنوی	۱۷۶
۹۱	کسی کے بس میں نہ دن ہے نہ رات قبضہ میں	تجمل لکھنوی	۱۷۷
۹۲	مدینے سے سفر کا سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو	تجمل لکھنوی	۱۷۸
۹۳	جو طفل گھر میں شہ لافتیٰ کے پلتے ہیں	تجمل لکھنوی	۱۸۰
۹۴	مصروف شہ کے غم میں زمانہ دکھائی دے	مجاہد لکھنوی	۱۸۱
۹۵	دل اگر درد غم شبیرؑ کا حامل نہیں	مجاہد لکھنوی	۱۸۳
۹۶	زمین کربلا میں دن ہیں گل پیرہن کتنے	مجاہد لکھنوی	۱۸۴
۹۷	دل سے غم حسینؑ نہ ہو کم خدا کرے	مجاہد لکھنوی	۱۸۶
۹۸	ہے مال و زر نہ دولت دنیا ہمارے پاس	مجاہد لکھنوی	۱۸۷
۹۹	غم شبیرؑ میں بہتے ہیں جو شام و سحر آنسو	مجاہد لکھنوی	۱۸۸
۱۰۰	ماں کہتی تھی سینے سے لگا لوں تجھے آجا	مجاہد لکھنوی	۱۹۰
۱۰۱	دو جہاں میں سامنے جب کوئی مشکل آئے گی	مجاہد لکھنوی	۱۹۱
۱۰۲	حر کا سر ہے زانوئے شبیرؑ ہے	مجاہد لکھنوی	۱۹۲
۱۰۳	نقش قدم پہ شاہ کے اہل عزا چلو	مجاہد لکھنوی	۱۹۴
۱۰۴	جو علم و فیض کہ اللہ کی کتاب میں ہے	مجاہد لکھنوی	۱۹۶
۱۰۵	مجھ کو شبیرؑ سے محبت ہے	یاور اعظمی	۱۹۸
۱۰۶	قبر میں داغ غم سبط پیمبر لے گئے	یاور اعظمی	۱۹۹
۱۰۷	بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے	قمر جلالوی	۲۰۰
۱۰۸	یوں تیر آرہا ہے اصغرؑ کی جستجو میں	تاثیر نقوی	۲۰۱
۱۰۹	جو سجدہ ہوتا ہے محض پیمبری کے لئے	امید فاضلی	۲۰۳
۱۱۰	کربلا والوں میں دیکھو حوصلہ اسلام کا	ساحر فیض آبادی فیض	۲۰۴
۱۱۱	میت پہ سکینہؑ کے یہ ماں کہتی تھی رو رو کر۔ صدقے ہو یہ مادر	حسن صاحب	۲۰۵
۱۱۲	نہر پہ حضرت عباسؑ کے لاشے کے قریب	——	۲۰۷

۱۱۳	یا علیؑ ادرکنی، یا علیؑ ادرکنی	——	۲۰۸
۱۱۴	زمانہ برسر پیکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے	——	۲۰۹
۱۱۵	بین تھا سکینہؑ کا شام ہونے والی ہے	——	۲۱۰
۱۱۶	قید خانے میں سکینہؑ یہ بیان کرتی تھی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی	——	۲۱۱
۱۱۷	ہمیشہ جو باوفا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے	سبط جعفر	۲۱۳
۱۱۸	آواز پہ آواز یہ دیتی ہے سکینہؑ	——	۲۱۴
۱۱۹	جب شانے کٹے تھے غازیؑ کے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی	سید آل حیدر رضوی	۲۱۵
۱۲۰	علیؑ کا ذکر جہاں، شامل اذاں نہ رہا	——	۲۱۶
۱۲۱	یہ شام غریباں ہے، یہ شام غریباں ہے	سید آل حیدر رضوی	۲۱۷
۱۲۲	سر کھلے گزرا حرم کا قافلہ بازار سے	سید آل حیدر رضوی	۲۱۸
۱۲۳	ایماں کی جلا ہے یہ ماتم، زہراؑ کے چین کے ہے ساماں	سید آل حیدر رضوی	۲۱۹
۱۲۴	مرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے کوئی ماں	سید آل حیدر رضوی	۲۲۱
۱۲۵	علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے	گوہر جارچوی	۲۲۲

یکتائے زمانہ عہد ساز

معتبر نوحہ خواں

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

اس عظیم الشان انسان کی شخصیت پر ہر گو کہ بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر ہم مختصراً ان کے حالات اور کردار کے چند گوشوں کو تحریر کر رہے ہیں۔

سید علی محمد رضوی ۱۹۴۱ء میں اعظم گڑھ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے والدین کے ہمراہ کراچی آگئے۔ اپنی صدق گوئی اور عادات و اطوار کے باعث زمانے بھر میں سچے کی عرفیت سے معروف ہوئے ان کے اصل نام سید علی محمد رضوی سے اب بھی بہت کم لوگ واقف ہیں۔ گھر میں قدیمی اور بھرپور عزاداری کی وجہ سے عشق آل رسولؐ اور غم حسینؑ ان کی رگ رگ میں سرایت کر گیا جو ان کے جذبۂ نوحہ خوانی کی تعمیر کا سبب بنا۔

تقریباً پچاس سال کی سچی عزاداری سید الشہداء، شاعری اور نوحہ خوانی نے سچے بھائی کو وہ مقامِ بلند عطا کیا جہاں تک آج کا ہر نوحہ خواں پہنچنے کی مسلسل کوشش میں ہے اور ہر نوجوان نوحہ خواں بننے کی خواہش اور جستجو کر رہا ہے۔ سچے بھائی ایک پیدائشی شاعر تھے انہوں نے اس سلسلے میں باقاعدہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا مگر اپنے والد محترم جناب یاور اعظمی صاحب سے جو کہ اچھے شاعر ہیں بہت کچھ سیکھا۔

اپنے آبائی وطن ہندوستان کے ایک دیہات موضع بہاؤ الدین پور کندھیا اعظم گڑھ میں تقریباً سات سال کی عمر ہی سے اپنے ماموں سید حسن عسکری کے ساتھ پڑھوایا کرتے تھے جو کہ موضع کے اچھے نوحہ خواں اور ماتمی انجمن کے صاحب بیاض تھے۔ وہ سچے بھائی کو مستقل اپنے ساتھ پڑھواتے اور طرزیں سکھایا کرتے تھے۔

سنتے ہیں کہ بعض افراد کو خدا کسی خاص کام کے لئے چن لیتا ہے سچے بھائی ان میں سے ایک ہیں۔ ان کو خداوند عالم نے حسینؑ اور حسینیتؑ کا پرچم بلند کرنے کے لئے بچپن ہی

سے سرفراز کیا اور نوحہ خوانی کے عام ڈگر سے اجتناب کرتے ہوئے دنیائے نوحہ خوانی کو ایک اچھوتے اور منفرد انداز سے روشناس کرایا۔ اور نوحہ خوانی کو اس عروج تک لے گئے کہ عزاداران حسینؑ کی صفوں میں ان کا نام نہایت عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔

اسلامی تاریخ اور ادب کے گہرے مطالعہ اور گھر کے شاعرانہ ماحول نے سچے بھائی کو خود بخود شاعری کی طرف راغب کردیا۔ اور نام ونمود سے بالاتر رہتے ہوئے ۱۹۶۲ء سے نوحے اور سلام کہنے لگے ان کی شاعری کی ابتدا ان کے اس پہلے سلام سے ہوئی جس کا مطلع یہ ہے:

رَن میں سوال آب پر جب تیر چل پڑے
انسانیت کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے

سچے بھائی تقریباً پندرہ سال کی عمر سے انجمن ذوالفقار حیدری کے بانی اور صاحب بیاض کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ اکیس سال کی عمر میں ۱۹۶۲ء میں بی۔ کام (B.Com) کیا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی معاشی ذمہ داری کو پوری ایمانداری اور محنت سے نبھاتے رہے۔ دوسری طرف اپنا باقی وقت عزاداریٔ سید الشہداء میں اپنے چھوٹے بھائی سید علی عباس عرف بشے کے ساتھ بڑا ذوق وشوق سے گذارا اور ایک منفرد انداز سے نوحہ خوانی کرتے رہے۔ اور بہت مختصر عرصے میں سچے بشے کے نام سے بین الاقوامی شہرت حاصل کرلی۔

سچے بھائی نے عزت نفس کو کبھی مجروح نہیں ہونے دیا۔ معاشی زندگی کو نوحہ خوانی اور خدمت اہل بیتؑ سے ہمیشہ علیحدہ رکھا، کبھی ذکر کربلا اور غم حسینؑ کو بیچا نہیں ورنہ کم سے کم ایک گاڑی اور ایک شاندار بنگلہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا بہت سے لوگوں نے ذکر حسینؑ اور غم حسینؑ کو بیچنے کے لئے دوسرے ممالک کے دورے کیے اور نئی نئی منڈیاں قائم کیں اور باقاعدہ سودے بازی کرکے اپنے ضمیر کو بیچا اور سچے بھائی نے بیرونِ ملک رہتے ہوئے بھی بے لوث غم حسینؑ کی خدمت کی۔

اگر کسی نے معاوضہ دینے کی کوشش بھی کی تو اس سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا بھائی یہ بیچنے کی چیز نہیں ہے اور اگر آج میں نے اس کا معاوضہ لے لیا تو کل میں مولا حسینؑ کی غمزدہ ماں شہزادیٔ کون ومکاں کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔ حشر میں مجھے تاجرِ غم

حسینؑ کے نام سے پکارا جائے گا۔ خدا مجھے اور سب کو اس گھناؤنے جرم سے محفوظ رکھے۔ یہ ہے کردار کا وہ گوشہ جو سچّے بھائی کی شخصیت کو مزید ممتاز اور منفرد کرتا ہے۔

سچے بھائی نے نوحہ خوانی کے علاوہ بہت سے سماجی کام بھی کیے انہوں نے عزاداری کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں مگر اپنے مقصد سے کبھی نہ ہٹے۔ وہ انجمن ذوالفقار حیدری کے لوگوں کو اپنی Family کہتے تھے اور انجمن ذوالفقار حیدری نے بھی ان کو اپنا رہنما سمجھا اوران کی رہنمائی میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

۱۹۸۸ء میں اہلیہ کے انتقال کے بعد جب پاکستان میں معاشی حالات ناسازگار ہوگئے تو والدہ کے بے حد اسرار پر وطن چھوڑ کر ٹورنٹو، کینیڈا آگئے۔ وہاں تقریباً تین سال رہے اور معاشی حالات بہتر ہونے کی خاطر امریکہ کے شہر واشنگٹن منتقل ہوگئے۔ ۱۹۹۳ء میں ملازمت کے سلسلے میں نیوجرسی چلے گئے اور وہاں بھی اپنی سحر انگیز شخصیت سے ہر دل عزیز ہوگئے۔

آہ! افسوس صد افسوس! ۱۸راپریل ۲۰۰۰ء بوقت ۴ بجکر ۵۳ منٹ پر کولمبیا اسپتال (Columbia Hospital) نیویارک میں مالک حقیقی سے جاملے۔ اسی شب خوئی سینٹر نیویارک میں بعد غسل وکفن نماز جنازہ ہوئی اور دوسرے دن وارثوں کے اصرار پر ان کا جنازہ کراچی روانہ کردیا گیا۔ جہاں ۲۱راپریل ۲۰۰۰ء کو بعد نماز جمعہ ہزاروں افراد کی موجودگی میں جعفر طیار کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔

تقریباً پچاس سال کی عزاداریٔ سید الشہداء، شاعری اور نوحہ خوانی سے سچّے بھائی نے وہ مقام حاصل کرلیا کہ دنیا میں جہاں جہاں سچے بھائی کے انتقال کی خبر پہنچی لوگ بے اختیار چیخیں مار مار کر روئے۔ اس لئے یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ سچے بھائی کا صرف جسم فنا ہوا ہے لیکن جب تک اور جہاں جہاں غم حسین علیہ السلام ہوگا، نوحہ خوانی ہوگی، مدح اہلبیتؑ ہوگی تب تک وہاں وہاں سچے بھائی ہوں گے۔

مرحوم نے نوحوں اور سلاموں کے ساتھ ساتھ قصیدے اور منقبتیں بھی کہی ہیں۔ جو کہ بہت مقبول اور زبانِ زد و خلائق ہیں بلکہ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ دنیا میں جہاں جہاں مومنین آباد ہیں اور اردو زبان سے واقف ہیں یقیناً سچے بھائی کے کلام اور دھنیں سنتے ہوں گے اور سنتے رہیں گے۔

اللہ نے سچے بھائی کے بیٹے کو ورثے میں آواز، شکل وصورت اور عادات و اطوار میں بالکل سچے بھائی بنایا ہے۔ ذوالفقار حیدری اس معاملے میں بہت خوش نصیب ہے۔ اس نے علی کی صورت میں ایک اور سچے پالیا۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ علی کو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہم سب کو مایوس نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کے باپ کی دعا ہے۔

میں ذاکر ہوں حسینؑ ابن علیؑ کا یہ دعا کیجئے
شرف یہ نسل سے میری قیامت تک نہیں جائے

اے پروردگار! سچے بھائی کی اس عظیم دعا کو قبول فرما اور انہیں آئمہ طاہرین کے پاس اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین) التماس ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ قُل ھواللہ۔ (شکریہ)۔

سوگوار:

صادق عباس قزلباش
جنرل سیکریٹری، انجمن ذوالفقار حیدری
واراکینِ انجمنِ ذوالفقار حیدری

شاہ کے نوحہ خواں

ڈاکٹر قنبر نقوی

اُٹھ گئے سچے جہاں سے، شاہ کے وہ نوحہ
خواں اک غم واندوہ میں ڈوبا ہوا ہے یہ جہاں
ان کے بچے روتے ہیں کہہ کے ہائے بابا جاں
کون دے گا اب تسلی چلی بسیں پہلے ہی ماں
بھائی کو کھویا ہے روتی ہیں بہن کیا ہوگیا
اب کہاں سے لاؤں گی بھائی جو میرا کھوگیا

ہے قلم میں کس کی طاقت ان کی لکھے داستاں
تھے مجاہد اور عزا داری کے ساتھ روح رواں
شانِ مجلس تھے عزا داری کے تھے وہ پاسباں
کھو دیا بیٹے کو لیکن اس پہ کرتے تھے فغاں
عالمی سطح پہ جانا جائے وہ انسان تھے
اور عزاداری میں کہیئے شیر پاکستان تھے

ہے دعا اب پنجتن سے یہ کرم فرمایئے
صبر بوڑھے باپ کو ایسے بہم پہنچایئے
غم گسار کربلا پر یہ رحم فرمایئے
قبر کے کتبے پہ کچھ ایسا رقم کروایئے
سو رہا ہے قبر میں آرام سے یہ نوحہ خواں
مجلسیں آباد ہیں جنت میں ہے یہ نوحہ خواں

الوداع ! اے نوحہ خواں

مصورِ غم محشر لکھنوی

الوداع! اے نوحہ خواں ذوالفقار حیدری
ہوگئی ہے چپ زبان ذوالفقار حیدری
اے علیؑ کے چاہنے والے محمدؐ کے غلام
سچّے بھائی ترجمان ذوالفقار حیدری
اے مؤذن کربلا کے اے نقیب اہلبیت
کون اب دے گا اذان ذوالفقار حیدری
شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
حشر تک باقی ہے شان ذوالفقار حیدری
حشر تک اونچا رہیگا تیری شہرت کا علم
اور چمکے گا نشان ذوالفقار حیدری
دیکھ آنکھیں کھول کے اے سونے والے قبر میں
کتنا ویراں ہے مکان ذوالفقار حیدری
نام تیرا عرش پر چمکے گا مثل آفتاب
ہوگا روشن آسمان ذوالفقار حیدری

قطعہ تاریخ وفات ڈاکٹر قنبر نقوی

قطعہ ۱۸ اپریل ۲۰۰۰ء (وفات علی محمد رضوی سچّے)

غضب ہے مرنا سچے کا اس جہاں کے لیے
کہاں سے لاؤں میں الفاظ اس بیاں کے لیے
مجھے یقیں ہے حزیں مولا آج ہیں قنبر
ہیں سوگوار اپنے وہ نوحہ خواں کے لیے

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں
یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

عدم کو جس نے وجود بخشا وجود کو پھر نمود بخشا
نمود کو تازگی عطا کی خطا کی حد حشر سے ملادی
ہر ایک ذرے کو زندگی دی شعور کو جس نے آگہی دی
ہے جس کا ہر شئے پہ نام کندہ
وہ کون ہے جس کا میں ہوں بندہ
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
یہ آسماں یہ برستا ساون یہ لہلہاتا مہکتا گلشن
یہ سبزہ و گل کا نرم بستر یہ کہکشاں کی حسین چادر
یہ چاند سورج چمکتے ستارے حسین قدرت کے یہ نظارے
دمکتے ہیں کس کی چاہ میں یہ
مہکتے ہیں کس کی راہ میں یہ
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
وہ نوُر جس میں ہے نوُر اُس کا وہ فہم جس میں شعور اُس کا
وہ نفس جس میں ہے وہ سمایا وہ جسم جس کا نہیں ہے سایہ
جو پارہ نور بے بہا ہے تمام عالم کا آسرا ہے
زمیں پہ رحمت کا آسماں ہے
فلک پہ کس کا وہ مہماں ہے

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

زمیں ہے یہ نہ آسماں ہے عجیب عالم عجب سماں ہے
نہاں نہیں ہے نہ وہ عیاں ہے ہے کوئی موجود پر کہاں ہے
اِدھر یقیں ہے اُدھر گماں ہے بس ایک پردہ سا درمیاں ہے
نکل رہے ہیں یہ کس کے بازو
سمٹ رہی ہے حد من و تو
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

کہاں میان خدا وبندہ وجود ممکن نہیں کسی کا
یہاں یہ مہماں کا ساتھ دیتے نبیؐ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتے
جو نور پیکر میں ڈھل رہا ہے یہ ہاتھ جس کا نکل رہا ہے
خدا نما ہے کہ یہ خدا ہے
خدا نہیں ہے تو اور کیا ہے
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

محمد مصطفیٰؐ سے پہلے قدم کسی کے یہاں نہ پہنچے
یہاں سے بھی کچھ ذرا سا آگے جہاں پہ جلوے ہیں لامکاں کے
جو نطق کو ساز دے رہا ہے نبیؐ کو آواز دے رہا ہے
شناسا لگتا ہے لہجہ جس کا
یہ کون ہے کیا ہے نام اس کا
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

خدایا مجھ کو معاف کردے نگاہ میں حق کا نور بھر دے
یہ پردہ درمیاں سے اٹھا دے حقیقت مرتضیٰؑ دکھا دے
حبیب کا واسطہ ہے تجھ کو الٰہی اتنا بتادے مجھ کو
جو تجھ سے منسوب تیرا در ہے
تیرا ہی ہے یا علیؑ کا در ہے
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

مکان ہے یہ تو لامکاں ہے کسے پتہ تیری حد کہاں ہے
کوئی نہیں اور جس سے پوچھوں نہ تجھ سے پوچھوں تو کس سے پوچھوں
گھٹا کی صورت میں لوگ گھر کے دیار کعبہ کے گرد پھر کے
یہ کس کو سجدہ گزارتے ہیں
یہ کس کو آخر پکارتے ہیں
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
علیؑ کا چہرہ، علیؑ کے بازو علیؑ کی آنکھیں، علیؑ کے گیسو
علیؑ کا جسم اور، علیؑ کی خوشبو علیؑ کی رگ رگ میں، ہے رواں تو
ہر ایک کروٹ، ہر ایک پہلو نہیں کوئی فرق ہے سر ھو
ہر ایک ادا میں تری ہی خود
ہے تو علیؑ، یا علیؑ میں ہے تو
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
عجیب بندہ خدا نما سا خدا نہیں ہے، خدا ہے لگتا
ہے ملتا جلتا کلام اس کا خدا ہی جیسا، ہے نام اس کا
ہر ایک جا اس کا نور بھی ہے جلا چکا کوہ طور بھی ہے
ہوا جو کعبہ سے آرہی ہے
علیؑ علیؑ گنگنا رہی ہے
کبھی کبھی میں یہ سوچتا، ہوں یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
وجود میں جب وہ ڈھل رہا تھا میں ساتھ کروٹ بدل رہا تھا
فلک سے جب وہ زمیں پہ آیا میں آیا ساتھ اس کے بن کے سایا
وہ عرش پر جب کہ مہماں تھا وہاں پہ میں شکل میزباں تھا
کہیں پہ چھوڑا نہ ساتھ اس کا
ہے کب سے ہاتھوں میں ہاتھ اس کا
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

ندا یہ آئی نہ مجھکو اتنا زباں کھولو ہے علم جتنا
وہ بستر نور جس پہ سو کر وہ ہاتھ جن پر بلند ہوکر
زمین سے میں آسماں ہوا ہوں ورائے وہم وگماں ہوا ہوں
وہ اصل ہے اور اصول ہوں میں
شریک نور رسولؐ ہوں میں
کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

لبیک! یا حسینؑ، لبیک! یا امام

سیّد علی محمد رضوی (بچّے)

لبیک! یا حسینؑ، لبیک! یا امام
مولا تیرے حضور میں حاضر ہے یہ غلام
آنکھیں ترس رہی تھیں، زیارت کے واسطے
تڑپا ہوں ایک عمر میں اس دن کے واسطے
کرلیجیے قبول مولا میرا سلام
لبیک! یا حسینؑ لبیک! یا امام
طاقت زبان میں ہے کہاں جو کروں کلام
اشکوں سے کررہا ہوں رقم حالِ دل تمام
یا شاہِ مشرقین یا شاہِ تشنہ کام
لبیک! یا حسینؑ لبیک! یا امام
قاسمؑ کا، عونؑ کا، علیؑ اصغرؑ کا واسطہ
عباسؑ نامدار کا، اکبرؑ کا واسطہ

لکھ لیجئے حضور، غلاموں میں میرا نام
لبیک! یا حسینؑ، لبیک! یا امام
احسان مند ہیں شہہ، عالی مقام کے
رُتبے بلند کردیئے، مولا غلام کے
اب زائروں میں آپ کے، آتا ہے میرا نام
لبیک! یا حسینؑ لبیک! یا امام
عالم میں سر بلند نہ ہو، کیوں یہ سرزمین
رکھی یہاں ہیں کعبۂ ایمان نے جبین
سوتا یہاں ہے، فاطمہ زہراؑ کا لالہ خام
لبیک! یا حسینؑ لبیک! یا امام
قوسین جس کو کہتے ہیں یہ وہ کمان ہے
زیرِ زمین سوتا یہاں آسمان ہے
روشن یہاں ہیں خاک پہ خورشید گام گام
لبیک! یا حسینؑ، لبیک! یا امام
اُگلا لہو صغیرؑ نے اس خاکِ پاک پر
شبیرؑ دیکھتے رہے اور اس کی خاک پر
اکبرؑ بھی ناتمام جوانی ہوئی تمام
لبیک! یا حسینؑ لبیک! یا امام

عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

کیا چین سے سوتے ہو، دریا کے کنارے پر
چھوڑ آئے سکینہؑ کو، ہو کس کے سہارے پر
در پر ہے کھڑی کب سے، لگائے ہوئے وہ آس

عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

ہیوں تو شہہ دیں نے مقتل کی، رَضا دے دی
کس طرح اُٹھائیں گے، میت علی اکبرؑ کی
بھائی کی ضعیفی کا ذرا، کچھ کرو احساس

عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

شبیرؑ کی نظروں میں، تاریک زمانہ ہے
الجھا ہوا برچھی میں، اکبرؑ کا کلیجہ ہے
ہم شکل نبیؐ کا بھی، عدو نے نہ کیا پاس

عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

خیموں میں رواں ہر سو، ایک آگ کا دریا ہے
اور پشت پہ زینبؑ کی، بیمار بھتیجا ہے
اولاد پیمبر کا عدو نے، نہ کیا پاس

عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

کچھ تم کو خبر بھی ہے، کیا یہ ہے پتہ تم کو

کھاتی تھی طمانچے، اور دیتی تھی صدا تم کو
درّوں سے بجھائی گئی، معصوم کی جب پیاس
عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

سنتے ہیں کہ زینبؑ کے، بازو میں رسن ہوگی
دربارِ ستم ہوگا سر ننگے بہن ہوگی
آنکھوں سے لہو روئیں گے، سجادؑ بصد یاس
عباسؑ! عباسؑ! چلے آؤ عباسؑ

کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)

کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
ظالموں اصغرؑ بے شیر کو پانی دے دو
شہہ نے اتمام کی حجت علی اصغرؑ، تم بھی
اب جو دینا ہے وہ پیغام زبانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
امت کی جد کی ہے بخشش کا سکینہؑ یہ سوال
تشنگی لے لو غم تشنہ دہانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
حشر تک بھول نہ پائے یہ زمانہ جس کو
آج تاریخ کو ایک ایسی کہانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

مالک کوثر و تسنیم علیؑ کے ہو پسر
علقما چیز ہے کیا حیدرؑ ثانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

خشک ریتی پہ سفینہ ہے کٹے ہاتھوں سے
کشتیٔ دین الٰہی کو روانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

بخش دو دین کو ہمشکل پیمبر یہ شباب
آج اسلام کو اکبرؑ یہ جوانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

ظالموں اصغرؑ بے شیر کو پانی دے دو
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

وعدے کیے حسینؑ نے جتنے تھے سب نبھا دیئے

سیّد علی محمد رضوی (بچّے)

وعدے کیے حسینؑ نے جتنے تھے سب نبھا دیئے
حق کے دیئے جلا دیئے گھر کے دیئے بجھا دیئے

روشن کیئے چراغ حق اس طرح سے حسینؑ نے
اپنے لہو سے راستے سب دیں کے جگمگا دیئے

صبر و رضا کی تیغ سے کاٹا گلا یزید کا
کوہ علم اٹھا لئے قصر ستم گرا دیئے

جو تھا خدا کی راہ میں سب کا، وہ سب لٹا دیا
گھر تو اُجڑ گیا مگر، حق کے چمن بسا دیئے

سوئی ہوئی تھی اُمت احمدؐ، اسے جگا دیا
تپتی ہوئی زمین پر لخت جگر سلا دیئے
ہم کو ڈرائیں گی بھلا کیا مشکلیں جہاں کی
دردِ غم حسینؑ نے ہیں حوصلے بڑھا دیئے
ہم سے کہاں ہوئے سوال، منکر نکیر تو فقط
نام علیؑ زباں پہ آیا، تو مسکرا دیئے

روئی زنجیر سجاد کے قدموں سے لپٹ کر روئی زنجیر

سیّد علی محمد رضوی (بچّے)

روئی زنجیر سجادؑ کے قدموں سے لپٹ کر، روئی زنجیر
جب ہٹائی گئی قدموں سے تو ہٹ کر، روئی زنجیر
ساتھ عابدؑ کے رہی بن کے عزا دارِ حسینؑ
تار اشکِ غم سرورؑ میں سمٹ کر روئی زنجیر
روئی زنجیر روئی زنجیر
سر کھلے دیکھ کر بلوہ میں نبیؐ کی عترت
خون میں ڈوب گئی خاک میں اٹ کر روئی زنجیر
روئی زنجیر روئی زنجیر
حشر تھا ایک تھا بپا لرزہ با اندام تھا کفر
جس گھڑی حلقۂ زنجیر سے کٹ کر روئی زنجیر
روئی زنجیر روئی زنجیر
دے کے پیغام شہیدوں کا لہو دیتی ہوئی

ایک ایک حلقۂ زنجیر میں بٹ کر روئی زنجیر
روئی زنجیر روئی زنجیر
دیکھنے والا نہ تھا کوئی جہاد عابدؑ کا
کوفہ و شام کا دربار اُلٹ کر روئی زنجیر
روئی زنجیر روئی زنجیر
تھرتھرانے لگا عباسؑ جری کا لاشہ
جاتے جاتے جو سوئے نہر پلٹ کر روئی زنجیر
روئی زنجیر روئی زنجیر

پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا
ظلم کے ساتھ ہر ایک سانس ہے انسان کی ننگ
سیکھو شبیرؑ سے مرنے کی ادا، جینے کا ڈھنگ
غم شبیرؑ ہے باطل سے، مسلسل ایک جنگ
غم شبیرؑ کو تلوار، بنائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا
آکے باتوں میں سبک جان کے فرش غم کو
کھو نہ دینا کہیں شبیرؑ کے اس ماتم کو
خشک ہونے نہیں دینا کبھی چشم نم کو

آندھیوں میں بھی دیا حق کا جلائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا

رعب دستار فضیلت میں نہ آجانا کہیں
شک وشبہات میں پڑ کر نہ گنواں دینا یقیں
غم شبیرؑ عبادت ہے کوئی رسم نہیں
شور ماتم سے زمانے کو جگائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا

ظلمت کفر میں در آتی ہے ایمان کی لکیر
کفر کرسکتا نہیں حق کے ارادوں کو اسیر
آگ کردیتا ہے ہر رجس سے ذکر شبیرؑ
ذکر شبیرؑ کو ایمان بنائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا

حشر تک راہِ مودّت یونہی آباد رہے
یہ دعائے دِل زہراؑ ہے ذرا یاد رہے
عمر بھر روتے یونہی تھے نہیں سجادؑ رہے
اپنی نسلوں کو عزادار، بنائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا

غم شبیرؑ، سے آباد، میرا سینہ ہے
میں عزادار ہوں چہرا، میرا آئینہ ہے
سر بلند ہوکے زمانے میں، اگر جینا ہے
سر درِ سبط پیمبرؐ پہ جھکائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ، سجائے رکھنا

غمِ شبیرؑ امانت ہے میرے سینے میں

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

غمِ شبیرؑ امانت ہے، میرے سینے میں
اک یہی بات ہے، جو دل ہے لگا جینے میں
غمِ شبیرؑ امانت ہے، میرے سینے میں
تیرا بندۂ علیؑ ہے، کہ خدایا تو نے
اپنی تصویر، سجا رکھی ہے آئینے میں
غمِ شبیرؑ امانت ہے، میرے سینے میں
رن میں ہم شکل پیمبر کو نہ بھیجیں مولا
کوئی برچھی نہ اتر آئے کہیں سینے میں
غمِ شبیرؑ امانت ہے، میرے سینے میں
یہ مسلمان عجب دشمن پیغمبرؐ ہیں
دیکھ سکتے نہیں تصویر بھی آئینے میں
غمِ شبیرؑ امانت ہے، میرے سینے میں
بچہ چھ ماہ کا تھا، سامنے دریا تھا رواں
کیا گھٹا جاتا تھا دو گھونٹ بھلا پینے میں
غمِ شبیرؑ امانت ہے، میرے سینے میں

ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

محبّ فاضلی

ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

دُور اُمید میں یہ کس کا خون تھا جو کہ بہتا تھا
اہل وِفا کو اہل عزاء کو دیواروں میں چنا گیا
پھر بھی ایک صدائے پیہم آتی تھی دیواروں سے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

ہر جابر سے ہر ظالم سے ہم تھے جو ٹکراتے تھے
اس ماتم کی خاطر ہم نے گھر کے گھر قرباں کئے
غالب آخر حق آیا باطل نے گھٹنے ٹیک دیئے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

طوفانوں کی زد پہ ہمیشہ ہم نے دیئے جلائے ہیں
کتنے، ضدی، سرکش، حاسد ہم کو مٹانے آئے ہیں
دیوانوں کے خواب اُدھورے ابتک پورے ہو نہ سکے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

جس کے در کا کھاتے ہیں ہم اُس کے ہی گُن گاتے ہیں
اِس در پر سب کچھ ملتا ہے دنیا کو سمجھاتے ہیں
جس کے ماتم دار ہیں ہم سب، وہ اپنا رکھوالا ہے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

اہلبیتؑ کے دَر کو چھوڑیں، اپنا یہ کردار نہیں
ہر انساں کو رہبر کہہ دیں، یہ اپنے اطوار نہیں
کل بھی جو اپنا مولا تھا، آج بھی اپنا مولا ہے

ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے
کچھ دیوانے ہیں ایسے بھی، کرب وبلا کو بھول گئے
اللہ، اللہ یاد رکھا اور آل عباؑ کو بھول گئے
راہِ وفا سے ہٹنے والو تم کو کون یہ سمجھائے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے
سر دیکر گھر بار لٹا کر ہم نے یہ غم پایا ہے
اس کی خاطر جانے کتنا اپنا خون بہایا ہے
جو خون سرِ تاریخ بہا اُس خون کے قطرے بول اٹھے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے
جذبۂ میثمؒ لے کر ہم نے نفرت کا رُخ موڑ دیا
ظلم وستم کی زنجیروں کو اپنے عمل سے توڑ دیا
نام ونشاں تک مٹ جاتے ہیں ہم کو مٹانے والوں کے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے
اپنے لہو سے سچائی کی ہم نے ہے تاریخ لکھی
ہر اک دور کے انسانوں کو ہم نے دی آواز یہی
تا بہ ابد ہم زندہ رہیں گے دنیا یہ پیغام سنے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے
قید سے چھٹ کر سوئے وطن جب بنتِ زہراؑ جائیگی
اہل وطن کو جاکر زینبؑ یہ پیغام سنائیگی
شبیرؑ وعباسؑ اے لوگو کرب وبلا میں قتل ہوئے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے
نوحہ گروں اور سینہ زنوں کو زینبؑ دیتی ہے یہ دُعا
گھر نہ اُجڑے ہائے کسی کا جیسا میرا گھر اُجڑا
بس اک ارمان ہے زینبؑ کا قائم یہ غم مدار ہے
ہم زندہ ہیں ماتمِ شبیرؑ کے لئے

اے اہل ماتم اہل غم، اونچا رہے اپنا علم

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

اے اہل ماتم اہل غم اونچا رہے اپنا علم
جب تک ہے دور آسماں سن لے یہ ہر پیرو جوان
آوز پر شبیرؑ کے
بڑھتا رہے یہ کارواں
رُکنے نہ پائیں یہ قدم اونچار ہے اپنا علم
ہر قلب پر چھاتے چلو دنیا کو بتلاتے چلو
اک اک محاذ ظلم کی
تصویر دکھلاتے چلو
ہر دل میں بھردو شہہؑ کا غم اونچا رہے اپنا علم
کب تک نہ مانے گا کوئی وہ وقت آئے گا کبھی
ہر قلب پر چھا جائے گا
اپنا حسینؑ ابنِ علی
اس در پہ ہر سر ہوگا خم اونچا رہے اپنا علم
جب بھی کوئی مشکل پڑی دنیا اُسی در پر جھکی
سینوں سے بل کھا کر ادھر
اٹھی صدائے یا علیؑ
نکلا ادھر باطل کا دم اونچا رہے اپنا علم
یہ پرچم عباسؑ ہے ٹوٹے دلوں کی آس ہے

اب تک اسی پرچم تلے
زندہ کسی کی پیاس ہے
جس نے سہے لاکھوں ستم اونچا رہے اپنا علم
عباس ہے نام وفا آغاز و انجام وفا
منہ موڑ کے دریا سے جو
پیتا رہے جامِ وفا
ہوتے رہے بازو قلم اونچا رہے اپنا علم
یہ کربلا کی داستاں ہے ذرّہ ذرّہ سے عیاں
ہر شام آتی ہے لیے
بے شیر کے خوں کے نشاں
ہر صبح ہے باچشمِ نم اونچا رہے اپنا علم
وہ تیر بانئ جفا معصوم کا ننھا گلا
اسلام زندہ کر گئی
اصغرؑ کے مرنے کی ادا

ہنس کر سہا تیر ستم اونچا رہے اپنا علم
زندہ ہے ھَل مِن کی صدا مٹتا نہیں خوں کا لکھا
شبیرؑ کا حق کی قسم
اک معجزہ ہے کربلا
یہ سلسلہ ہوگا نہ کم اونچا رہے اپنا علم
جب کربلا یاد آئے گی انسانیت شرمائے گی
مظلوم کی آواز ہے
دل میں اترتی جائے گی
پلٹیں گے پھر بہکے قدم اونچا رہے اپنا علم
زندہ یہ بیداری رہے یہ سلسلہ جاری رہے

ہم ہوں نہ ہوں اس بزم میں
قائم عزا داری رہے
نکلے اسی چوکھٹ پہ دم اونچا رہے اپنا علم
اے نوجوانانِ عزا تم ہو کسی دل کی دُعا
تا حشر اُٹھتی ہی رہی ہے
سینوں سے ماتم کی صدا

قائم رہے اکبرؑ کا غم
اونچا رہے اپنا علم

ہاں عزادارِ حسینی یہ چلن زندہ رہے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

ہاں عزا دارِ حسینی یہ چلن زندہ رہے
یوں ہی سجتے رہیں اُٹھتے رہیں ہر سال علم
شورِ گریہ ہو سِوا، جذبۂ ماتم نہ ہو کم
نسل درنسل مناتے رہو شبیرؑ کا غم
تا ابد تذکرۂ کرب وبلا زندہ رہے
جاہ واجلال وحشم آیا نہیں کچھ بھی کام
جتنا باطل نے دبایا، یہ ہوا اتنا ہی عام
چھاگئے سارے جہاں پر مرے مظلوم امام
تخت کو روند کے پابندِ رسن زندہ باد

جس قدر آج ضرورت ہے حسینیت کی
اتنی شدت سے نہ پہلے کبھی محسوس ہوئی
چار سو پھیلے یزید ستم ایجاد کئی
چاہتے ہیں کہ وہی رسم کہن زندہ رہے
بڑھ کے ڈھا دو ستم وجور کے ایوانوں کو
توڑ دو کفر وضلالت کے صنم خانوں کو
خوں سے تعمیر کرو دین کے کاشانوں کو
ہوں ستم لاکھوں بزرگوں کا چلن زندہ ہے
نئے انداز، نئے طور، نئی تیاری
نئے قانون، نئی فکر وہی بیماری
جنگِ صفّین ہے اے دوست ابھی تک جاری
ایسے آشوب میں حق کہنے کا فن زندہ رہے
جس کا باپ احمدؐ مرسل کا کھلا دشمن تھا
جس کی مادر نے چبا ڈالا جگر حمزہ کا
اب مسلمان مناتے ہیں جنم دن اُس کا
ہم یہ دن دیکھنے کو چرخ کہن زندہ رہے
نور نے حق کے کیا ظلمت باطل تاراج
نہ رہا تخت یزیدی، نہ رہا اُس کا تاج
سو گیا موت کے آغوش میں شاہی کا مزاج
ریگ زاروں پہ تڑپتے ہوئے تن زندہ رہے
جب رواں خنجر کیں خلق پہ دیکھا ہوگا
سانحہ کیا دل مغموم پہ گذرا ہوگا
بڑھ کے اور اس سے زمانہ میں ستم کیا ہوگا
سامنے قتل ہو بھائی اور بہن زندہ رہے
نہ میسر ہے غذا کھانے کو نہ پانی ہے

دن کو تپ، رات کو شبنم کی فراوانی ہے
خود ستم گاروں کو اس بات پہ حیرانی ہے
کس طرح قید میں یہ سوختہ تن زندہ رہے

ماں پھوپھی بہن کھلے سر ہیں اور ہے مجمع عام
شمر کرتا ہے بیاں راہ میں ایک ایک کا نام
ہمت سید سجادؑ کو کرتا ہوں سلام
سہہ کے یہ ظلم وستم رنج ومحن زندہ رہے

کیسا ہی وقت ہو، حالات بُرے ہوں کہ بھلے
ڈگمگائیں نہ قدم راہ مودت میں ترے
مانگ اے دل یہ دعا مانگ کہ اللہ کرے
مجلس شہؑ سے یہ چاہت یہ لگن زندہ رہے

ماں ڈھونڈ رہی ہے کب سے اصغرؑ آجاؤ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

ماں ڈھونڈ رہی ہے کب سے اصغرؑ آجاؤ
چھایا ہے ہر سمت اندھیرا آجاؤ
تم سے بچھڑ کر دلبر میرے
تڑپوں گی میں شام سویرے
کیسے جیئے گی ماں بن تیرے
آجاؤ آجاؤ، دلبر آجاؤ
ڈھونڈھ رہی ہوں کب سے رو رو

چین سے جنگل میں سوتے ہو
ترسوں گی ماں کی صورت کو
جاتی ہوں میں شام کُھلے سر آجاؤ
روٹھے ہو کیوں ماں سے نہ جانے
سُن کے صدا، بن گئے انجانے
آئی ہوں میں تم کو منانے
گودی میں اے لعل ہمک کر آجاؤ
ہُو کا عالم، گُھور اندھیرا
سُونے جنگل میں ہے بسیرا
گھٹتا ہے دَم خوف سے میرا
پھیلے ہیں ہر سمت ستمگر آجاؤ
جب سے سنا ہے فکر سوا ہے
دل کو اک دھڑکا سا لگا ہے
ننھے گلے میں تیر جفا ہے
چلتا ہے دل پر مرے خنجر آجاؤ
خشک گلا ہوگا مرے جانی
آؤ پلا لاؤں تمھیں پانی
کچھ تو پتادو، کچھ تو نشانی
کھاتی ہوں میں ٹھوکریں دَر دَر آجاؤ
آمیری آنکھوں کے تارے
آجا آجا راج دلارے
دُکھیا ماں رو رو کے پکارے
کیسے جیوں گی تم سے بچھڑ کہ آجاؤ

کربلا، کربلا، کربلا آ گئی

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

کر بلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

رشکِ جنّت ہے یہ سرزمین وفا
خونِ معصومؑ سے اِس کو سینچا گیا
سورہا ہے یہاں دلبرِ فاطمہؑ
آنکھ بھر آئی جب اس کی یاد آ گئی

کر بلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

کم نہیں ہے حرم سے یہ دشتِ وفا
آنکھ نیچی رہے سر رہیں سب کے خم
سر کھلے یاں سے گزرے ہیں اہلِ حرم
گھڑکیاں کھاتی روتی سکینہؑ گئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

ذرّہ ذرّہ ہے اک داستانِ الم
خون ہی خون بکھرا ہے تابہ حرم
اے دلِ ناتواں رکھ سنبھل کر قدم
سیّدہؑ یاں سے ہے پا برہنہ گئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

گودیوں میں نبیؐ زادیوں کے پلے
جان دینے پہ اِس طرح سے تھے تُلے

رکھ دیئے خشک ریتی پہ پیاسے گلے
بُرشِ خنجرِ ظلم شر ما گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

رنج وغم جن کے گزرے نہ پیاس سے
تین دن تک تڑپتے رہے پیاس سے
شاہ دیکھا کیئے حسرت ویاس سے
ہر کلی باغِ زہراؑ کی کُمہلا گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

شام سے جبکہ پلٹا ہوا قافلہ
منزلیں مارتا پہنچا کرب وبلا
گر کے ناقہ سے زینبؑ نے دی یہ صدا
قید سے چھُٹ کے بھیّا ! بہن آ گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

ہائے زینب کہاں اور کہاں ریسماں
مُنہ چھپانے کو بتلاؤ جاؤں کہاں
مجھ سے چھپتے نہیں بازوؤں کے نشاں
قید ہونے سے پہلے نہ موت آ گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

تھا یہیں میرے اکبرؑ کو نیزہ لگا
حلقِ اصغرؑ یہیں تیر سے تھا چھِدا
ہاں اِسی خاک پر تھا سرِ شہ کٹا
یہ زمین سارا کنبہ مرا کھا گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

تم کو عون ومحمد کا بھی ہے پتا
تَر ہوا یا ابھی خشک ہے گلا

کب سے تکتی ہوں دونوں کا میں راستا
سارا دن کٹ گیا، اب تو رات آگئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

اب جو پھر کے یہاں سے وطن جاؤں گی
مہ لقا کیا ہوا، کیسے سمجھاؤں گی
کس طرح سے میں صغرا کو بتلاؤں گی
تیرے اکبرؑ کو رَن میں قضا آگئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

عجب ضِد ہے کہ اسلام آل سے مَت لو

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

عجب ضِد ہے کہ اسلام آل سے مَت لو
ہر ایک بات سنو، ہر کسی سے فتویٰ لو
کہے جو صادقِ آلِ نبیؐ کبھی نہ سنو
جو شہرِ علم کا دَر ہے اُدھر کا رُخ نہ کرو
سُنی سنائی ہوئی بات پر یقین کرو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

زباں پہ لاؤ نہ ہرگز نبیؐ کی آل کا نام
جھکاؤ غیر کے در پر جبیں کو صبح وشام
یہ اہلبیتؑ ہیں بس لائقِ دُرود وسلام
انھیں تو دُور ہی سے بس سلام کرتے رہو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

گھٹاؤ مرتبۂ آلِ مصطفےؐ دِن رات
اصولِ کثرتِ آراء سے ان کو دے دو مات
یہ انتہائے عداوت ہے کہ ہر اک وہ بات
جو ان کے حق میں کہی جائے اس کو کفر کہو
عجب ضِد ہے کہ اِسلام آل سے مَت لو

خدا کے واسطے اِس ضِد سے باز آجاؤ
جہاں میں دشمنِ آلِ نبیؐ نہ کہلاؤ
گلا کٹا چکے شبیرؑ کچھ ترس کھاؤ
نبیؐ کی آل پہ اب تو ستم روانہ کرو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

یہ اہلبیتؑ ہیں حاصل انھیں یہ عظمت ہے
کہ لب پہ نام بھی آجائے تو عبادت ہے
یہ کیسی ضِد ہے الٰہی، یہ کیا قیامت ہے
کہ دن کو دن نہ کہو، رات کو نہ رات کہو
عجب ضد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

ہر اک بشر کو یہ حاصل کہاں سعادت ہے
جلی حروف میں قرآن میں عُبارت ہے
کہ صرف آلِ ابراہیمؑ میں امامت ہے
وہاں بھی شرط رکھی ہے نہ ظالمین میں ہو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

ہے آل رُوح اور اسلام اُس کا قالب ہے
قدم قدم پہ وہ اِن کی رضا کا طالب ہے
ہے کون جس پہ درودو سلام واجب ہے
ہے حق پرستی کا دعویٰ تو حق کی بات کہو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

زُباں سے کہتے ہو، دل سے یقین گر ہوجائے
خُم اہلبیتؑ کی چوکھٹ پہ تیرا سر ہوجائے
میں کربلا کہوں اور تیری چشم نم ہوجائے
عزیز جان سے زیادہ حسینؑ کا غم ہو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

حسینؑ جان دلِ مصطفیٰؐ پہ جان نثار
نظر میں تاب کہاں ہے جو دیکھے حالتِ زار
تنِ حزیں پہ ہیں اتنے سنان وتیر کے وار
شمار کرنے پہ آئیں مگر شمار نہ ہو
عجب ضِد ہے کہ اسلام آلؑ سے مت لو

اُس دل میں کر تلاش نہ ہرگز وفا کے پھول

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

اُس دل میں کر تلاش نہ ہرگز وفا کے پھول
کِھلتے نہیں ہیں جس میں علیؑ کی وِلا کے پھول

دَر آئے شوقِ دید میں جنّت کے گلستاں
مہکے جو میری قبر میں خاکِ شفا کے پھول

دستِ خدا نے یوں درِ خیبر اٹھالیا
جیسے اٹھالے ہاتھ کو کوئی بڑھا کے پھول

نعرہ کیا علیؑ کے پسر نے لبِ فرات
دہشت سے ہاتھ پاؤں گئے اشقیا کے پھول

عباسؑ نے کٹادیئے نُصرت میں دونوں ہاتھ
مہکے لبِ فرات علیؑ کی دعا کے پھول
کشتوں کو جن کی خاک میسّر نہ ہوسکی
اُن پر برس رہے ہیں اب اشکِ عزا کے پھول
لبِ تشنہ دشتِ ظلم میں کانٹوں پہ سوگئے
اہلِ وفا منائے وفا میں کھلا کے پھول
نوکِ سناں سے یوں تنِ سرورؑ تھا پاش پاش
کانٹوں پہ زد پہ جیسے بکھر جائے آکے پھول
اکبرؑ ساگل بدن، علی اصغرؑ سا گلعذار
لکھے تھے یہ نصیب میں کرب وبلا کے پھول
مَس ہوگا تیری آنکھوں سے رومالِ سیّدہؑ
پلکوں پہ رکھ لے اے دلِ مضطر سجا کے پھول
سارا چمن رسولؐ کا برباد ہوگیا
تپتی ہوئی زمین ہے اور سیّدہؑ کے پھول
اے مَسکنِ حسینؑ میں ہوں ذاکرِ حسینؑ
مجھ کو بھی کرے خاک میں اپنی بسا کے پھول

رَن پر جو چڑھے جعفرِ طیّار کے پیارے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

رَن پر جو چڑھے جعفرِ طیّار کے پیارے
اعدا کو نظر آئے لگے دن میں بھی تارے

حق کر گئے مادر کے ادا سارے کے سارے
ماموں پہ فِدا ہوگئے زینبؑ کے دُلارے

سمجھاتی تھیں بچوں کو بڑے پیار سے زینبؑ
بھولے سے نہ جانا کبھی دریا کے کنارے

پیاسی ہے سکینہؑ رہے ہر آن یہی دھیان
پانی کا تصور نہ ہو ذہنوں میں تمھارے

ماں صدقے گئی، آج ہے مرنے میں بڑا نام
میں خوش ہوں ملیں خاک میں ارمان جو سارے

گھوڑوں سے گرو بھی تو صدا رَن سے نہ دینا
دیکھو میں خفا ہوں گی جو ماموں کو پُکارے

کم سن ہو تو کیا؟ بنتِ علیؑ کے ہو جگر بند
اِس سن میں بڑا نام تھا نانا کا تمھارے

میں خیمے سے دیکھوں گی جَری کون ہے تم میں
للکار کے پہلے جو ابنِ سعد کو مارے

وعدہ جو کیا ماں سے وفا کر گئے دونوں
پیاسے ہی لڑے، پیاسے ہی دنیا سے سدھارے

صد حیف ہے اے دشتِ بلا تیری زمیں نے
سب چھین لیے زینبؑ مضطر کے سہارے

پالا تھا جنھیں گود میں وہ جا بسے رن میں
اب کون ہے زینبؑ کو جو ماں کہہ کے پکارے

دفن تو کردی شہہِ دیں نے علی اصغرؑ کی لاش

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

دفن تو کردی شہہِ دیں نے علی اصغرؑ کی لاش
فرطِ غم سے ہوگیا لیکن کلیجہ پاش پاش

آسکا لختِ دل بانو نہ خیمہ گاہ تک
صبح سے تا شام شہہ لایا کیے لاشوں پہ لاش

آخری دیدار کو مادر ترس کر رہ گئی
کیا گراں اکبرؑ سے بھی مولا تھی ششماہے کی لاش

دشت غربت میں نہ ہوتا ماں سے ششماہہ جدا
کامیاب ہوجاتے پانی لانے میں عباسؑ کاش

حرملہ اب کون سا تیرِ ستم ترکش میں ہے
جا بجا نیزہ چبھو کر کس کو کرتا ہے تلاش

کرکے پانی کا سوال اصغرؑ تو رن میں سوگئے
آج تک آبِ رواں کرتا ہے چھپ چھپ کر تلاش

لاکھ اُٹھیں ظلم کے طوفان، آسکتی نہیں
جیتے جی شبیرؑ کے، اسلام کے رُخ پر خراش

سبطِ پیغمبرؐ کا خوں ہے، اپنی گردن پر نہ لے
ہوش میں آ ابنِ مرجانہ نہ کر غلطی یہ فاش

یہ لہو گر بہہ گیا سب کچھ بہالے جائے گا
تخت وتاج وقصرِ شام ہوجائیگا سب پاش پاش

شب اجالوں سے کرے بیعت طلب صد حیف ہے
احمدؐ مرسل کا بیٹا اور کہاں وہ بد قماش

عجیب ہے داستانِ غم عجیب ہے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

عجیب ہے داستانِ غم عجیب ہے
نبیؐ کی عترت پر یہ ستم عجیب ہے

دُہرائی جب جانے لگی پھر سے تاریخ بدر وحنین
زد پہ تیغ وتیروتبر کے جو کچھ تھا لے آئے حسینؑ
وقت پڑا جب دینِ نبیؐ پر تن مَن دَھن سب لُٹا دیا

بھولنے والی بات نہیں تھی، گھر گھر اس کا چرچا تھا
یہ توکل کی بات تھی، خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا
مَولائی کا تاج نبیؐ نے خُم میں کس کو عطا کیا

رہزن کو رہبر سے بڑھایا اُمّتِ دیں کے بانی سے
ذرّوں کا کرتے ہو تقابُل نور کی اُس تابانی سے
جس کی بابت دھوکے میں ہے دنیا بندہ ہے کہ خدا

ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں ایک محمدؐ ایک علیؑ
دونوں ہیں محبوب الٰہی دونوں کو معراج ہوئی
ایک کو حق نے کردیا ظاہر ایک پردے میں چھپالیا

زندہ باد اے جذبۂ ماتم، محنت اب رنگ لائی ہے
چودہ سو سالہ نفرت اب کھل کر سامنے آئی ہے

آج یزیدیت نے پردہ رُخ سے اپنے ہٹا دیا
ٹھہر نہیں سکتے تھے بغیر اِذان فرشتے جس دَر پر
نقشِ نشانِ پائے محمدؐ ثبت تھے جس کی چوکھٹ پر
وائے مسلمانوں ہو تم پر، تم نے وہ دَر جلا دیا
دنیا سے ہے شان نرالی، اپنے نبیؐ کی اُمت کی
فاسق وفاجر کی بعیت کی، ایک نہ مانی عترت کی
بدر کے مقتولین کے وارث بن گئے اِن کے راہ نما
ایسی ہے یہ روداد دنیا نے پہلے کبھی دیکھی نہ سنی
اپنے نبیؐ کی آل کو گھیرے تھے کلمہ گویانِ نبیؐ
پانی کی دو بوند کے بدلے رن میں تیر برستا تھا
ہاتھوں میں ہے شمر کے خنجر، زانو کے نیچے ہیں حسینؑ
خیمہ کے دَر پر کرتی ہے، زینبؑ سر کھولے ہوئے بَین
بابا اب تم کب آؤ گے بھائی کا کٹتا ہے گلا
سر کو تن سے جدا کیا، سر چڑھا دیا پھر نیزے پر
لاشوں پر گھوڑے دوڑائے بجھی نہ دل کی آگ مگر
کلمہ گویوں نے خود اپنے نبیؐ کے گھر کو جلا دیا
ایسے میں اک بچّی نکلی، خیموں سے گھبرائی ہوئی
خون ٹپکتا تھا کانوں سے رُخ پہ یتیمی چھائی ہوئی
کانپ رہی تھی خوف سے وہ اور شمر طمانچے مارتا تھا
دامن میں تھی آگ لگی اور سُوئے نجف تھا رُخ اُس کا
روتی تھی، چلاتی تھی، کہ دیتی تھی بابا کو صدا
روٹھ گئے کیوں آپ سکینہؑ سے بابا کیا کی تھی خطا
بین سکینہؑ کے سُن سُن کر تھراتی تھی لاش حسینؑ
ساحل پر اک لاشہ اُٹھ اُٹھ پڑتا تھا ہو کر بے چین
آتی تھی رہ رہ کے صدا جب آجاؤ آجاؤ چچا

تیور وہی، شباب وہی، بانکپن تمام

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

تیور وہی، شباب وہی، بانکپن تمام
عباسؑ کو ملے ہیں علیؑ کے چلن تمام

شیر خدا کا شیر چلا ہے سوئے فرات
ہیبت یہ ہے کہ کانپتا ہے رَن کا رَن تمام

شاید کسی نے ٹوک دیا ہے دلیر کو
گونجا ہوا ہے شیر کے نعروں سے بن تمام

روکے نہ رُک سکے گا ید اللہ کا پسر
اے فوجِ شام دیکھ لے کرکے جتن تمام

بانو کے گلبدن نے ہنسی میں اُڑا دیا
بیکار ہوا ابن کاہل کا فن تمام

سُوکھے لبوں کی تیغ دلوں میں اُتار دی
روتے ہیں پھیر پھیر کے منہ تیغ زن تمام

ہے کربلا پہ ختم مصیبت کی داستاں
ہاتھوں پہ باپ کے ہوا غنچہ دَہن تمام

زین فرس سے خاک پہ پہنچے تو کس طرح
تیروں میں ہے گندا ہوا شہہ کا بدن تمام

اک ذات تھی حسینؑ کی سو وہ بھی چل بسی
فردوس کو سُدھار گئے پنجتن تمام

بکھرا پڑا ہے خاک پہ گلشن رسولؐ کا
کچلے پڑے ہیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے تن تمام

دستِ دُعا بلند ہیں، مولا قبول ہو
پہنچے ترے مزار پہ یہ انجمن تمام

کربلا میں وہ تیری جنگ الاماں اصغرؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

کربلا میں وہ تیری جنگ الاماں اصغرؑ
تیغِ لب سے باطل کی کاٹ دی زباں اصغرؑ
سرخیٔ شہادت ہے تیری داستاں اصغرؑ
ہائے نونہالوں کے میر کا رواں اصغرؑ

سِن یہ چھ مہینے کا، یہ شباب کا عالم
ننھے ننھے قدموں پر کرلیا جہاں کو خم
ہنس رہا تھا تو لیکن چشمِ ظلم تھی پُر نم
کردیا قیامت تک خم یزید کا پرچم

دو جہاں پہ بھاری ہے تیری ایک قربانی
تو بڑا بہادر تھا اے حسینؑ کے جانی
تجھ کو چھیڑ کر کی تھی حرملا نے نادانی
بہہ رہا تھا تیرا خون، تر تھی اُس کی پیشانی

حرملا لرز اٹھا تن کے جب کیا نعرہ
تیر کھا کے جیتے تم، وہ تیر مار کر ہارا

ایک حشر برپا تھا، گونجتا تھا رن سارا
پھر علیؑ کے پوتے نے کلِّ کفر کو مارا

کربلا کے میداں میں تُو اگر جواں ہوتا
جرأت وشجاعت کا بڑھ کے آسماں ہوتا
تول کر علیؑ کی تیغ رَن کو جب رواں ہوتا
اس جہاں کے نقشے پر شام پھر کہاں ہوتا

تو کمالِ آدم ہے، تو کمالِ اِنسانی
تیری فکر لا محدود، تیرا عزم لافانی
مُنفرد بہادر ہے تو، نہیں ترا ثانی
دین کی رگوں میں ہے، تیرے خوں کی طغیانی

کٹ کر گرے تھے کل جو کنارے فرات کے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

کٹ کر گرے تھے کل جو کنارے فرات کے
وہ ہاتھ آسرا ہیں ہماری نجات کے
ہے ٹھوکروں میں آج بھی عباسؑ کے فرات
ایسے دَھنی بھی ہوتے ہیں دنیا میں بات کے
اُن سے بزور تیغ یہ بیعت کی کوششیں
جو فتح ڈھال دیتے ہیں سانچے میں مات کے
ہنستے ہو آنسوؤں پہ ہمارے، خدا گواہ
ہم جمع کررہے ہیں وسیلے نجات کے

کرب وبلا میں تیر ستم کھا کے اک صغیر
لہرا گیا جہاں پہ پرچم حیات کے
تیرا ہی دل تھا تو نے اٹھالی جواں کی لاش
صدقے حسینؑ اس ترے پائے ثبات کے
کس جا چھپے ہو اے علی اصغرؑ جواب دو
مادر بھٹک رہی ہے اندھیرے میں رات کے
ھم بھی غلامِ حرؑ ہیں کرم یا شہہ اُمم
کب سے ہیں مُنتظر نظرِ التفات کے
ہوجائے مُنحرف یہ زمانہ تو فکر کیا
ہم فاطمہؑ سے لیں گے صلے نوحہ جات کے

دیکھنا ہو جو تجھے حق کے ولی کا چہرہ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

دیکھنا ہو جو تجھے حق کے ولی کا چہرہ
خُم کے میدان میں آ، دیکھ علیؑ کا چہرہ
کل یہ چہرہ نہ بھلا دینا زمانے والو
آج پہچان لو احمدؐ کے وصی کا چہرہ
میں ہوں مصروفِ عبادت تو فرشتے چپ ہیں
قبر میں دیکھ رہا ہوں میں علیؑ کا چہرہ
نورِ خالق کے ہیں دو جلوے محمدؐ و علیؑ
دونوں صورت میں جھلکتا ہے اسی کا چہرہ

جن نگاہوں میں علیؑ بستے ہوں ان آنکھوں میں
کیا سمائے گا بھلا اور کسی کا چہرہ
افقِ صبر پہ ایوبؑ کے دُھندلے ہیں نقوش
جگمگاتا ہے حسینؑ ابن علیؑ کا چہرہ
خوں بھری زلفوں کو چہرے سے ہٹا کر شبیرؑ
ہائے کس یاس سے تکتے ہیں اخی کا چہرہ
پیار سے جس کو نبیؐ چوم لیا کرتے تھے
ہے سرِ نوکِ سناں آج اُسی کا چہرہ
جس کے چہرے سے تو یہ بے اَدبی کرتا ہے
ارے ظالم یہ ہے فرزندِ نبیؐ کا چہرہ
اُمِ لیلیٰ کی رہیں حسرتیں دل کی دل میں
مِل گیا خاک میں ہمشکلِ نبیؐ کا چہرہ
چھن گئے کانوں سے معصوم سکینہ کے گہُر
رہ گئی دیکھتی حسرت سے پھوپھی کا چہرہ

جن کی راہوں سے پیمبرؐ نے ہٹائے کانٹے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

جن کی راہوں سے پیمبرؐ نے ہٹائے کانٹے
ہر قدم پر انھیں لوگوں نے بچھائے کانٹے
خار پھر خار ہے، فطرت ہے اذیت دینا
پہلوئے گل سے کوئی کاش ہٹائے کانٹے

اہلِ گلشن کلی نگاہوں میں صدا کھٹکیں گے
لاکھ پھولوں میں رہیں، ہیں تو پرائے کانٹے

وائے ہو اُمّتِ مرحومہ تری قسمت پر
گُل کے ہوتے ہوئے دامن میں سجائے کانٹے

گھر جلانے کو چلے آئے نبیؐ زادی کا
بن گئے بعد نبیؐ راہ کے سائے کانٹے

سر بکف اہلِ وفا دشت بلا سے گزرے
لاکھ دنیا نے سرِ راہ بچھائے کانٹے

دیکھ کر دشتِ مصیبت میں گُلِ زہراؑ کو
نیزہ تانے ہوئے ہر سو نکل آئے کانٹے

تنِ شبیرؑ ہے یوں تیروں کے گھوارے پر
میّتِ گل کو ہوں جس طرح اٹھائے کانٹے

رو دیئے اہلِ ستم سوکھے ہوئے ہونٹوں پر
جب زباں پھیر کے اصغرؑ نے دکھلائے کانٹے

الفتِ شبیرؑ کی جس دل میں پھیلی چاندنی

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

الفتِ شبیرؑ کی جس دل میں پھیلی چاندنی
اُس کی قسمت میں یہاں بھی ہے وہاں بھی چاندنی

عزمِ شبیرؑی کو دھمکاتا ہے تخت و تاج سے
اے امیرِ شام ہے یہ چار دن کی چاندنی

کربلا سے خُلد تک اک خط کھنچا ہے نور کا
چاند زیرِ خاک ہے تا عرش اُس کی چاندنی

اتنی تاریکی میں روشن ہے مثالِ ماہتاب
پیکرِ اسلام میں یہ کس نے بھردی چاندنی

تذکرہ جب فاطمہؑ کے ماہ پاروں کا چھڑا
خونِ دل آنسو بنے، آنکھوں سے برسی چاندنی

بہ گیا اشکوں کی طغیانی میں دربارِ یزید
کربلا میں اس قدر پیاسوں کو رُوئی چاندنی

خون کے آنسو ہے صغریٰ کو رلاتی چاندنی
دیکھ کر چاند آ گئی یاد اپنے گھر کی چاندنی

اب نہیں لگتی کسی پہلو بھی اچھی چاندنی
شہہؑ سفر میں ہیں کہاں کا چاند کیسی چاندنی

دل منور ہوگیا، حُر کی چھٹیں تاریکیاں
دیکھنے میں تھی گھٹا کالی پہ برسی چاندنی

خواب سا لگتا ہے، یہ گھر بھی کبھی آباد تھا
ہر طرف تھے چاند روشن، ہر طرف تھی چاندنی

اکبرؑ و اصغرؑ، محمدؑ، عونؑ، عباسِ علیؑ
روشنی ہی روشنی تھی، چاندنی ہی چاندنی

قاسمؑ گل پیرہن سا بھائی، کبریٰ سی بہن
اپنے گھر کا چاند تھا اور اپنے گھر کی چاندنی

گھوڑوں کی ٹاپوں میں آ کر پس گیا زہراؑ کا چاند
کربلا کی خاک پر بکھری پڑی تھی چاندنی

اب فلک تو ہی بتا وہ سب کہاں پر سوگئے
اب کہاں وہ چاند پھیلاتے ہیں اپنی چاندنی

افضل ہے فرشتوں سے جو وہ نوعِ بشر ہوں

سیّدعلی محمد رضوی (سچے)

افضل ہے فرشتوں سے جو وہ نوعِ بشر ہوں
میں فاطمہؑ زہرا کی دُعاؤں کا اثر ہوں

ہے ماتمِ شبیرؑ مرا مقصدِ تخلیق
میں نخلِ تمنائے محمدؐ کا ثمر ہوں

جو لوگ مِٹانے پہ تُلے تھے مجھے کل تک
وہ ہوگئے خود آج فسانہ میں مگر ہوں

شبیرؑ کی نسبت سے ہوں صدرشکِ سلیماں
شاہی مری ٹھوکر میں ہے گو خاک بسر ہوں

جو پوچھنا ہو پوچھ لو، یہ کہتے تھے حیدرؑ
جو علم کا مسکن ہے میں اُس شہر کا دَر ہوں

یہ نذر مری دامنِ زہراؑ کے لیے ہے
پلکوں پہ چھپائے جو میں اشکوں کے گہر ہوں

کہتے تھے سرِ رزم یہ عباسؑ کے تیور
شبیرؑ پہ آنچ آ نہیں سکتی میں اگر ہوں

تیغ و تبر و تیر و سناں ہی میں پلا ہوں
عباسؑ ہوں عباسؑ میں حیدرؑ کا پسر ہوں

سو بار مروں اور جیوں پھر بھی یونہی میں
شبیرؑ کے بچوں کے لیے سینہ سپر ہوں

سرورؑ کی صداؤں پہ صدا دیتے تھے اکبرؑ
بابا میں اِدھر ہوں، میں اِدھر ہوں، میں اِدھر ہوں

شہہؑ کہتے تھے اے نورِ نظر پھر سے صَدا دو
کچھ سوجھتا مجھ کو نہیں اکبرؑ میں کدِھر ہوں

میں کیا کروں بیٹا کہ مرا بس نہیں چلتا
پڑتے ہیں قدم جانے کہاں رکھتا کدھر ہوں

اِن آنکھوں سے پھر دیکھ لوں تصویرِ پیمبرؐ
صورت کو ترستا میں تری، لختِ جگر ہوں

پیری میں اُٹھاؤں گا جواں لال کا لاشہ
زندہ میں اِسی دن کے لیے جانِ پدر ہوں

دل میں علیؑ علیؑ ہو، زباں پر علیؑ علیؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

دل میں علیؑ علیؑ ہو، زباں پر علیؑ علیؑ

ہے کشتیِ اسلام کا لنگر، علیؑ علیؑ
راہِ عمل میں عزم کا پیکر، علیؑ علیؑ
تنہا ہے اپنی ذات میں لشکر، علیؑ علیؑ
شیروں کا شیر، فاتحِ خیبر، علیؑ علیؑ
بعد از رسولؐ سب سے ہے بہتر علیؑ علیؑ

فتاحِ دہر، قاتلِ عنتر، علیؑ علیؑ
کرّارِ ذی وقار، بہادر، علیؑ علیؑ
غازی، جَری، دلیر، غضنفر، علیؑ علیؑ

ہنگام جنگ شیرِ ببر، نر، علیؑ علیؑ
حملہ کرو عدو پہ تو کہہ کر علیؑ علیؑ

احساس بے بسی میں، پکارو علیؑ علیؑ
مشکل کی ہر گھڑی میں، پکارو علیؑ علیؑ
ہر غم میں، ہر خوشی میں، پکارو علیؑ علیؑ
اک بار بے خودی میں، پکارو علیؑ علیؑ
ہاں دوستو ہو، نعرۂ حیدر علیؑ علیؑ

خندق کا واقعہ ہو، کہ خیبر کا معرکہ
بڑھ کے قدم ترا، کبھی پیچھے نہیں ہٹا
آیا مقابلے پہ جو، وہ منہ کی کھا گیا
اے حلِّ مشکلات، تجھے کیوں نہ دیں صدا
آواز دے رہا ہے پیمبرؐ علیؑ علیؑ

اندازِ حَرب وضرب کے، جوہر دکھا دیئے
کھینچی جو تیغ، دُور تلک گُل کھلا دیئے
وہ جنگ کی، کہ کفر کے چھکّے چھڑا دیئے
اک اک قدم پہ کُشتوں کے پُشتے لگادیئے
زد میں ہیں جبرئیلؑ کے شہپر علیؑ علیؑ

سویا جو سر سے پاؤں تلک، تان کر ردا
کچھ ایسی بھا گئی، تری قدرت کو یہ ادا
اپنا کے ترا نفس، تجھے سونپ دی رضا
کیسے کہوں کہ تو تھا، سرِ عرشِ کبریا
آواز دے رہا ہے پیمبر، علیؑ علیؑ

ہے تیری چالِ ڈھال میں، خالق کی سب ادا
نفسِ رسولؐ، وجہِ خدا، دستِ کبریا
اللہ مجھ کو معاف کرے، گر کروں خطا

بندہ کا روپ ہوتا، تو ہوتا، تو ہی خدا
تو ذات کبریا کا ہے مظہر، علیؑ علیؑ

معراج، بندگی کی حدوں سے نکل گیا
تیرا وجود، مرضیٔ خالق میں ڈھل گیا
بدلا تو جس سے، اُس سے زمانہ بدل گیا
گرتا ہوا بشر بھی، وہیں پر سنبھل گیا
آیا جو تیرا نام زباں پر، علیؑ علیؑ

اک رات ساتھ لائی، قیامت کی وہ سحر
جب آسمان پھٹ کے گرا، فرشِ خاک پر
زخمی تھا تیغ ظلم سے، نفسِ نبیؐ کا سر
ٹکرا رہے تھے، مسجد کوفہ کے بام و در
رُوتے تھے پھوٹ پھوٹ کے پتھر علیؑ علیؑ

اک تہلکہ تھا گردشِ لیل و نہار میں
محشر بپا تھا، خانۂ پروردگار میں
طاقت نہ ضبط کی تھی کسی دِل فگار میں
ماتم بپا تھا قتل شہہ ذوالفقار میں
چلّا رہے تھے مسجد و منبر علیؑ علیؑ

سُن کر صدا، تڑپ کے گرے خاک پر حسنؑ
نکلے گریبان چاک کیے، شاہِ بے کفن
تھا غم سے سرد، زینبؑ و کلثومؑ کا بدن
روتا تھا پیٹ پیٹ کے، ہر ایک مرد و زن
محوِ فغاں تھی قبر پیمبرؐ، علیؑ علیؑ

زہراؑ کی آرہی تھی، بقیع سے یہ صدا
بچے مرے یتیم ہوئے ربّ دوسرا
سجدے میں تیرے، شیر خدا قتل ہوگیا

کس سے کہوں مدد کو تو ہی آمرے خدا
حسنینؑ رو رہے ہیں بلک کر علیؑ علیؑ

مرحبا سیّد ابرار حسینؑ ابنِ علیؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

مرحبا سیّدِ ابرار، حسینؑ ابنِ علیؑ
پسرِ احمدؐ مختار، حسینؑ ابنِ علیؑ
ہو بہو حیدرؑ کرار، حسینؑ ابنِ علیؑ
ایک خود لشکرِ جرار، حسینؑ ابنِ علیؑ
توڑ کر وقت کے مرحب کی کلائی تونے
شمع حق خون سے خود اپنے جلائی تونے

شمع وہ جس میں ہیں معنئ شہادت پنہاں
گلشن فاطمہؑ زہرا کی ہے، نکہت پنہاں
صبر کی، شکر کی، ایثار کی نعمت پنہاں
بنی آدم کی، ہے برداشت کی قوت پنہاں
شمع وہ، کہ جلی تھی کبھی ویرانے میں
آج روشن ہے ہر اک دل کے عزا خانے میں

بعد احمدؐ کے، کچھ اس طرح سے بگڑا تھا نظام
چند ہاتھوں میں، کھلونے کی طرح تھا اسلام
بدعتیں عام تھیں، احکامِ شریعت تھے حرام
شہہؑ سے دیکھا نہ گیا، مٹتے ہوئے حق کا پیام

حق کی تبلیغ کو، ہاتھوں پہ لیے سر نکلے
لے کے شبیرؑ، مدینے سے بھرا گھر نکلے
ساتھ چُن چُن کے لیے، گلشنِ زہراؑ کے گلاب
علی اصغرؑ کا تبسم، علی اکبرؑ کا شباب
لال زینبؑ کے، زمانے میں نہیں جن کا جواب
بن گئے خرمن باطل کے لیے، حق کا عتاب
تخت شاہی کی نگاہوں میں، نگاہیں ڈالے
چڑھ گئے دار پہ، آغوشِ علیؑ کے پالے
ولولہ شاہ کے انصار کا تھا، قابل دید
سطح دنیا سے بلند، عقل سے دنیا کے بعید
نصرتِ حق میں مرے، روند گئے تاج یزید
اِس کو کہتے ہیں شہادت، اِنھیں کہتے ہیں شہید
غور سے دیکھ، تصور میں بسالے ان کو
یہ وہ انساں ہیں، کبھی موت نہیں ہے جن کو
یونہی بے وجہ دھڑکنے سے نہیں کچھ حاصل
ہر نفس میں، غم شبیرؑ بسالے اے دل
ان کے قدموں سے ہے، لپٹی ہوئی راہِ کامل
یہ ہیں وہ، ڈھونڈھتی پھرتی ہے جنھیں خود منزل
ہنس کے برچھی کی اَنی، دل سے لگا لیتے ہیں
زیرِ خنجر بھی، یہ اُمّت کو دعا دیتے ہیں
کس کی ہمت ہے کرے باب میں سرور کے کلام
ذہن اِنسان سے بالا ہے غلاموں کا مقام
جس طرح لاش پہ بیٹوں کی گئے، شاہِ انام
پہنچے انصار کی نصرت کو، اسی طرح امامؑ
ہر سپاہی کی گئے لاش پہ، ہر بار کی جنگ

کر بلا میں لڑی شبیرؑ نے، کردار کی جنگ
شکر کرتے تھے خدا کا، جو برستے تھے تیر
اُف نہ کی، مٹتی رہی بھائی حسنؑ کی تصویر
سامنے مر گیا آنکھوں کے، تڑپ کر بے شیر
ڈگمگائے نہ قدم، واہ رے عزمِ شبیرؑ
جب کوئی لال، کلیجے پہ سناں کھاتا تھا
رنگ شبیرؑ کے چہرے کا نکھر جاتا تھا

گھر گھر میں، صفِ ماتمِ شبیرؑ بچھا دے

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

گھر گھر میں، صفِ ماتمِ شبیرؑ بچھا دے
نعمت غمِ شبیرؑ کی، گر تجھ کو خدا دے
دنیا کو پیامِ شہِ مظلوم، سنادے
ماتم کی صدا سے، دلِ باطل کو ہلا دے
پردہ جو نگاہوں پہ ہے، دنیا کی ہٹادے
گھر گھر میں، صفِ ماتمِ شبیرؑ بچھادے
ہے مرد وہی، کرکے جو وعدے کو نبھادے
اک سر کی ضرورت ہو بہتر (۷۲) کا گلا دے
بازوئے علمدار دے، بہنوں کی رِدا دے
جو کچھ بھی ہو، سب راہِ محبت میں کٹا دے
اتنا دے، کہ بدلے میں خدا سوچے، کہ کیا دے
دنیا میں صدا بن کے رہو، حق کے پیامی

ظالم کے مخالف رہو، مظلوم کے حامی
اعمال کو کھا جاتی ہے ایمان کی خامی
ہر ایک کو ملتی نہیں، سروؑر کی غلامی
دولت یہ میسّر ہے اُسے، جس کو خدا دے

حق کیا ہے، زمانے کو بتاتے ہوئے نکلو
پردہ رُخِ باطل سے، ہٹاتے ہوئے نکلو
جاگے ہوئے فتنوں کو، سلاتے ہوئے نکلو
سوتے ہوئے ذہنوں کو، جگاتے ہوئے نکلو
نعرہ وہ کرو، کفر کی دیوار کو ڈھادے

کوثر غم سروؑر میں، لُٹاتے ہوئے نِکلو
رُوتے ہوئے دنیا کو، رُلاتے ہوئے نِکلو
مظلوم کا پیغام، سُناتے ہوئے نِکلو
عباسؑ کے پرچم کو، اُٹھاتے ہوئے نِکلو
ہر نقشِ قدم، راہِ حقیقت کا پتا دے

بتلاؤ کہ شبیرؑ سا رہبر نہ ملے گا
کونین میں ان کا کوئی، ہمسر نہ ملے گا
سردارِ جناں، ساقی کوثر، نہ ملے گا
اِس در کے سوا اور کوئی، در نہ ملے گا
جس در پہ فرشتہ بھی گدا بن کے صدا دے

ممکن نہ ہوا کرکے، جو سروؑر نے دکھایا
خوشنودیٔ مَولا میں، بھرے گھر کو لُٹایا
اکبرؑ کو اٹھایا، کبھی اصغرؑ کو سُلایا
شبیرؑ نے سر دے کے، زمانے کو بتایا
زندہ ہے وہی موت کی گردن جو جھکادے

بڑھتے ہوئے باطل کے، قدم توڑنے والے

ایوانِ تکبّر کے صَنم، توڑنے والے
اے تشنہ دہاں خاک پہ، دَم توڑنے والے
حیران ہیں خود تجھ پہ ستم، توڑنے والے
ہے کون، تہِ تیغ، جو اُمّت کو دُعا دے

یہ صبر یہ ضبط اور یہ، ہمت نہیں دیکھی
انساں کی یہ معراج، یہ عظمت نہیں دیکھی
جُز تیرے کسی میں بھی، یہ جرأت نہیں دیکھی
حیدرؑ کی قسم ہم نے، یہ قوت نہیں دیکھی
قِلت سے جو کثرت کے، ارادوں کو مٹادے

کہنے کو مسلمان تھے، وہ ظلم کے بانی
مہمان بلا کر نہ دیا، شاہ کو پانی
مٹی میں مِلا دی، علی اکبرؑ کی جوانی
ہمشکل پیمبرؐ تھا وہ، شبیرؑ کا جانی
تصویر کا یہ رُخ بھی، زمانے کو دکھادے

چہرے پہ مَلے خون، قدم تیز بڑھائے
اک ننھی سی میت کو، کلیجے سے لگائے
یہ کون چلا جاتا ہے، گردن کو جھکائے
ماں در پہ ہے خیمے کے، کہیں دیکھ نہ پائے
فضہؑ سے کہو، خیمے کے پردے کو گرادے

سدا رہے گا حسینؑ کا غم

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

سدا رہے گا حسینؑ کا غم

یہ شورِ گریہ، یہ شورِ ماتم
سُنی ہوئی داستانِ پُر غم
اک آہ بن کر اُبھر رہی ہے
وہ کربلا کی صدائے پُر غم

سدا رہے گا حسینؑ کا غم

اُٹھے جو ظلم و ستم کے جھونکے
سوال یہ تھا کہ کون روکے؟
حسینؑ ابنِ علیؑ کے در پر
جمی ہوئی تھی نگاہِ عالم

سدا رہے گا حسینؑ کا غم

بڑھا جو حد سے غرورِ باطل
تڑپ اُٹھا پھر حسینؑ کا دل
چلا حرم کو وطن سے لے کر
ردائے زینبؑ بنا کے پرچم

سدا رہے گا حسینؑ کا غم

اصولِ فکر و عمل کو موڑا
یزیدیت کے فسوں کو توڑا

ہر ایک دیوارِ ظلم ڈھا کر
بنا گیا دیں کا قصرِ محکم
سدا رہے گا حسینؑ کا غم
جفاؤں کا دل ہلا کے اُٹھا
جو قبرِ اصغرؑ بنا کے اُٹھا
جواں کی میّت پہ مُسکرا کر
بدل گیا فکر نسل آدمؑ
سدا رہے گا حسینؑ کا غم
سنبھل کے ٹوکے ہمیں زمانہ
گزر گیا دُور تازیانہ
بغور سُن لیں جہاں والے
اب اِس علم کے ہیں پاسباں ہم
سدا رہے گا حسینؑ کا غم
جو اشک پلکوں سے ڈھل رہے ہیں
وہ ظلم کا رُخ بدل رہے ہیں
یہ آہ و شیون کی اِس فضا میں
گھُٹا گھُٹا سا ہے کفر کا دَم
سدا رہے گا حسینؑ کا غم
نہ رُک سکی ہے نہ رُک سکے گی
صدائے مظلوم کیا رُکے گی
ہر ایک دھڑکن سے دل کی اپنے
اُبھر رہی ہے صدائے ماتم
سدا رہے گا حسینؑ کا غم

ہے تصور میں مرے آمنہ کا لخت جگر

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

ہے تصور میں مرے آمنہ کا لخت جگر
نور ہی نور ہے پھیلا ہوا تاحدِّ نظر
مجھ کو آتی ہے ہنسی ذہنیت انساں پر
اپنا جیسا ہی سمجھ بیٹھے محمدؐ کو بشر
مرتبے ان کے تصور میں کہاں آئیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

نورِ اسلام سے بھٹکے ہوئے اے پروانو!
رتبۂ حیدرؓ صفدر کو بھلا کیا جانو
ان کو اللہ سے نسبت ہے انھیں پہچانو
ہے محمدؐ پہ یقیں تو انھیں مولا مانو
انکے صدقے میں گناہ بخش دیئے جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

مہد میں کلۂ اژدر کے کئے دو ٹکڑے
کچھ بڑھے مرحب وعنتر کے کئے دو ٹکڑے
کھینچ لی تیغ تو لشکر کے کئے دو ٹکڑے
کاٹ ایسی کہ برابر کے کئے دو ٹکڑے
حشر تک لوگ شجاعت کی قسم کھائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

تیغ کے سائے میں سوکر جو سپاہی اٹھا
بن کے اعداؤ کے ارادوں کی تباہی اُٹھا
لے کے اک ولولۂ دین پناہی اُٹھا
دستِ حق میں لئے مرضئِ الٰہی اُٹھا
حق اُدھر ہوگا جدھر اس کے قدم جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

مرحمت اَوروں کو خیبر میں علم فرمایا
تین دن لشکر اسلام پلٹ کر آیا
فتح خیبر کو محمدؐ نے جو مشکل پایا
دے کے حیدرؑ کو علم خلق کو یہ بتلایا
جب بھی کام آئیں گے مشکل میں علیؑ آئیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

لے کے احمدؐ سے علم رَن کو علمدار چلا
نصرتِ حق کے لیے حق کا وفا دار چلا
غیرِ فرّار چلا، حیدرؑ کرّار چلا
کہہ دے مرحب سے کوئی اب ذرا تلوار چلا
پر بھی جبریل کے حائل ہوں تو کٹ جائیں گے
ہم آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

بڑھ کے جرار نے پتھر پہ علم گاڑ دیا
دیکھ کر فوج زرہ پوش کو نعرہ یہ کیا
نام حیدرؑ تھا لڑکپن میں مری ماں نے رکھا
مانتی ہے مری تلوار کا دنیا لوہا
انگلیوں پر درِ خیبر کو اٹھا لائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

آ گیا یاد مجھے کرب وبلا کا منظر

خیبر

یا علیؑ کہہ کے بڑھے جاتے ہیں زینبؑ کے پسر
خوف سے کانپ اٹھا اہلِ جفا کا لشکر
تن کے فرمانے لگے، ہے پسر سعد کدھر
سر کٹادیں کے یا سر کاٹ کے لے جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

آمدِ حضرت عباسؑ میں کرتا ہوں رقم
یہ توحیدرؑ کرار ہے سرتابہ قدم
مشک کاندھے پہ ہے ہاتھوں میں محمدؐ کا علم
بولے للکار کے اے شمر تری فوج ہے کم
ایک حملے میں پَرے فوج کے کٹ جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

پھر یہ نعرہ کیا مجھ کو مرے بابا کی قسم
اب لہو برسے گا تپتے ہوئے صحرا کی قسم
جس پہ قبضہ ہے تمھارا اُسی دریا کی قسم
میں ہوں عباسؑ تو مجھ کو مرے آقا کی قسم
حشر تک یاد رہے جنگ وہ کرجائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

روحِ احمدؐ کی قسم خالقِ یکتا کی قسم
فرشِ خاکی کی قسم، عالمِ بالا کی قسم
آج بھی عظمتِ اسلام کی کھاتا ہوں قسم
پیارے بچوں کی قسم بالی سکینہؑ کی قسم
خوں کا دریا بھی ہو آگے تو اُتر جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

پہونچے ساحل پہ جو عباسؑ بھگا کر لشکر
دیر تک روتے رہے کرکے نظر پانی پر

سطحِ آب پہ آیا جو تصور میں نظر
پیاسے بچوں کو لئے پیاسی سکینہؑ در پر
منتظر ہے کہ چچا رَن سے ابھی آئیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

شب کو اُٹھتا ہوا مادر کا جنازہ دیکھا
ظلم کے تیروں میں تابوت حسنؑ کا دیکھا
ہائے اِس زینبؑ مغموم نے کیا کیا دیکھا
رَن میں بے گور و کفن بھائی کا لاشا دیکھا
یہ نہ سمجھی تھی کہ عباسؑ بھی تڑپائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

فتح مندی پہ اُدھر شکرِ خدا ہوتا ہے
گھر میں احمدؐ کے ادھر حشر بپا ہوتا ہے
دل کی تسکین کے لیے ظلم نیا ہوتا ہے
نعل بندی کا ادھر حکم عطا ہوتا ہے
یہ عدو لاش پہ گھوڑے ابھی دوڑائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

کربلا میں اِنھیں آنکھوں نے یہ منظر دیکھا
حلقِ سرورؑ پہ رواں ظلم کا خنجر دیکھا
نوکِ نیزہ پہ بلند ہوتا ہوا سر دیکھا
بعد قتل شہہؑ دیں جلتا ہوا گھر دیکھا
دیکھنا، سر سے عدو چادریں لے جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

جز خدا کوئی نہیں ہے اپنے سر پر دوسرا

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

جز خدا کوئی نہیں ہے اپنے سر پر دوسرا
ہے سہارا آلؑ کا بعد پیمبرؐ دوسرا

بند ہے کعبہ کا در تو کیا ہوا بنت اسد
گھر کا مالک خود بنالے گا نیا در دوسرا

وہ تو اعلیٰ تھے، علیؑ تھے، نورِ حق تھے، نور تھے
لا نہیں سکتا زمانہ، آج قنبر دوسرا

فصل سے وہ مانتے ہیں، اور بغیر فصل ہم
اُن کا حیدرؑ دوسرا ہے، اپنا حیدرؑ دوسرا

ماتمِ شبیرؑ نے بخشی ہے، یہ عظمت مجھے
چشمِ نم میں میں لئے پھرتا ہوں، کوثر دوسرا

بھاگتی جاتی ہیں فوجیں، بڑھتے آتے ہیں حسینؑ
بھیج اے ابنِ زیاد، اب کوئی لشکر دوسرا

وہ درِ کوفہ سے ٹکراتی ہیں، فوجیں شام کی
ڈھا رہا ہے فاطمہؑ کا لال، خیبر دوسرا

واہ رے صبر حسینؑ، واہ رے عزم حسینؑ
بعدِ اکبرؑ لا رہے ہیں، رَن میں دلبر دوسرا

کون ہے جو بڑھ کے روکے، تیر کا برچھی کا وار
اب نہ اصغرؑ ہے زمانے میں، نہ اکبرؑ دوسرا

یا علیؑ کہو بڑھاؤ پھر قدم

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

یا علیؑ کہو، بڑھاؤ پھر قدم
ہے کوئی، جہاں میں ایسا شہسوار
ہے کوئی، جو روک لے علیؑ کا وار
اور بھی ملی، کسی کو ذوالفقار
اور بھی کوئی ہے، مولودِ حرم
وہ علیؑ، جو شاہِ مشرقین ہے
وہ علیؑ، جو فاتحِ حنین ہے
جس کا ایک، لاڈلا حسینؑ ہے
زندگی کا ماحصل ہے، جس کا غم
لاکھ کے مقابلے میں، صرف چند
سر کٹا کے بھی ہیں آج، فتح مند
کربلا میں جو ہوا تھا، سر بلند
پھر اُٹھاؤ دوستو وہی علم
وہ علم، جو حق کا پاسبان ہے
وہ علم، جو کربلا کی جان ہے
وہ علم، جو فتح کا نشان ہے
علیؑ کے، لاڈلوں کے خون سے ہے نم
حوصلہ تھا، فاطمہؑ کے لال کا
رخ پہ، شائبہ نہ تھا ملال کا

شکر کررہا تھا، ذوالجلال کا
نوجوان لال، توڑتا تھا دَم

دیکھ کر کربلا کے، دیکھ شہ سوار
موت پر جھپٹ رہے ہیں، بار بار
روکتے ہیں دل پہ، برچھیوں کے وار
کررہے ہیں، خوں سے داستاں رقم

مختصر سے لوگ، مختصر سی جنگ
پیر و نوجواں، صغیر ایک رنگ
کس قدر تھے دل قوی، ہے عقل دنگ
تین دن کی پیاس میں، یہ دَم یہ خَم

حال کیا کروں، حبیب کا بیاں
جس قدر ضعیف، اس قدر جواں
باندھ کر کمر کو، جب ہوئے رواں
راستہ دیا اجل نے، ہوکے خم

اک صغیر بھی تھا، اِس سپاہ میں
رہ سکا نہ وہ بھی، خیمہ گاہ میں
ہوگیا شہید، حق کی راہ میں
حوصلہ بڑا تھا گو کہ، سن تھا کم

یونہی جب ذکر کہیں شہ کا چھڑا آپ سے آپ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

یونہی جب ذکر کہیں شہہؑ کا چھڑا، آپ سے آپ
آ گئی کھنچ کے وہیں کرب وبلا آپ سے آپ
بہرِ تلقین علیؑ آئیں گے، بالیں پہ مری
قبر میں آئے گی، جنت کی ہوا آپ سے آپ
وہ چلیں بنتِ اسد، کھل اٹھی دیوارِ حرم
دَر نیا کعبہ میں تیار ہوا، آپ سے آپ
کربلا چھوڑ کے جنت کی کریں کیوں خواہش
یہیں آجائے گی جنّت بہ خدا، آپ سے آپ
کتنے ہوجاتے ہلاک، آپ جو ہوتے نہ علیؑ
ہوکے مجبور زمانے نے کہا، آپ سے آپ
اتفاقاً جو ہٹی چہرۂ اکبرؑ سے نقاب
اشقیا پڑھنے لگے صلِّ علیٰ، آپ سے آپ
حق کہیں چھین کے ملتی ہے، جہاں میں رفعت
یوں تو بن بیٹھا تھا فرعون، خدا آپ سے آپ
اللہ اللہ، وہ اصغرؑ کا، جہادِ اکبر
رکھ دیا نوک پہ ناوک کی گلا، آپ سے آپ
اُس طرف گھوڑے سے عباسؑ، ترائی میں گرے
اِس طرف گرگئی زینبؑ کی رِدا، آپ سے آپ

کھینچ کر سینۂ اکبرؑ سے سناں چُپ تھے حسینؑ
ہاں مگر ہلتا رہا عرشِ علےٰ، آپ سے آپ
بنتِ زہراؑ کو اگر شک ہے، یہ بولے انصار
حکم دیں، کاٹ لیں ہم اپنا گلا، آپ سے آپ

مولا مرا حسینؑ ہے، آقا مرا حسینؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

مولا مرا حسینؑ ہے، آقا مرا حسینؑ
برتر نبیؐ کی ذات سے، کوئی بشر نہیں
بعد از نبیؐ، علیؑ کی ولایت پہ ہے یقیں
کرب وبلا کی خاک سے، کرتا ہوں مس جبیں
قبلہ مرا حسینؑ ہے، کعبہ مرا حسینؑ
ہر رنگ ونسل وعہد پہ جاری ہے، جس کا غم
کرتا ہوں اُس کے در پہ، جبین نیاز خم
یارب اُسی کا ذکر ہو، لب پر جو نکلے دَم
آنکھوں میں اشکِ غم ہو، زباں پر ہو یا علیؑ
ٹکرا رہا تھا دین سے، شاہی کو میر شام
اسلام دے رہا تھا صدا، المدد امام
اُٹھا پسر بتولؑ کا، لے کر علیؑ کا نام

ٹوٹا یزید کا بھرم، چھا گیا حسینؑ

سر کے نہیں قدم، سرِ، میدان سَر گیا
ہنسا ہوا ہر ایک جری، رَن میں مَر گیا
بتلاؤ، کون ظلم کے، خنجر سے ڈر گیا
اوّل شہید حُرِ، ریاحی سے تا حسینؑ

اتنا جری تھا، لال علیؑ کا خدا گواہ
دفنا کے لاش اصغرؑ بے شیر، کی نہ آہ
رُخ پر شکن بھی آئی، نہ اللہ کی پناہ
عاشور کو وہ رَن میں، ترا حوصلہ حسینؑ

وہ وقت عصر، اور میدان کربلا
اُکھڑی ہوئی وہ سانس، وہ خنجر لعین کا
تارِ نفس سے کاٹ گیا، ظلم کا گلا
صلِ علیٰ نبیؐ کے پسر، مرحبا حسینؑ

آلِ نبیؐ کے علم و فرست میں، کیا کلام
کرکے گئے تھے خطبۂ زینبؑ، کا اہتمام
کرب وبلا کی صبح، شہادت سے تابہ شام
مٹتا گیا یزید، اُبھرتا گیا حسینؑ

چالیس دن پڑی جو رہی، لاش بے کفن
تیغ وسنان وتیر سے چھلنی تھا، جس کا تن
کچلا گیا ہے گھوڑوں کی ٹاپوں سے، جو بدن
اے کلمہ گو نبیؐ کا ہے یہ لاڈ لا حسینؑ

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

علیؑ کے ذکر کو، آبِ بقا سمجھتے ہیں
ہم آپ اِن کی، فضیلت کو کیا سمجھتے ہیں
خدا سمجھتا ہے، یا مصطفیٰؐ سمجھتے ہیں
نہیں سمجھتے جو اِن کو، خدا سمجھتے ہیں

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

خدا نہیں ہے، مگر وجہ کردگار تو ہے
یہ دوجہاں میں، خدائی کا، اعتبار تو ہے
جہاں میں دوشِ پیمبرؐ کا، شہسوار تو ہے
رضائے حق پہ انھیں پورا، اختیار تو ہے

علیؑ علیؑ ہے زباں پر کبھی حسینؑ حسینؑ

اُحد کی جنگ میں، دیکھے عجب عجب کردار
کہیں ہے ذکر شجاعت، کہیں ہے ذکر فرار
زمیں سے تابہ فلک، ہے علیؑ علیؑ کی پکار
اُتر رہے ہیں ملائک، لئے ہوئے تلوار

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

سمجھ سکا نہ زمانہ، مقام اہلبیتؑ
کلام حق ہی سمجھئے، کلامِ اہلبیتؑ

جگہ جگہ پہ سناؤ، پیامِ اہلبیتؑ
کرو جہان میں رائج، نظامِ اہلبیتؑ
علیؑ علیؑ ہے زباں پر کبھی حسینؑ حسینؑ

یہ وہ نہیں، جنھیں دنیا خرید سکتی ہے
یہ وہ ہیں، جن کے تصدق میں خلق پلتی ہے
سنیں وہ، جن کو محبت علیؑ کی کھلتی ہے
قدم سے اُن کے، شریعت نبیؐ کی چلتی ہے
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

نبیؐ کے ساتھ، جو رہتے تھے اِس زمانے میں
وہی تھے، آلِ محمدؐ کا گھر جلانے میں
کچھ ایسے نام بھی، شامل ہیں اس فسانے میں
حجاب آتا ہے، اب تک ہمیں بتانے میں
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

دُعائے فاطمہؑ زہرا ہے، جب تلک قائم
نہ رُک سکے گا کسی سے حسینؑ کا ماتم
سُنے زمانہ، ہے جب تک ہمارے دَم میں دَم
رکھیں گے یونہی بلند، ہم حسینؑ کا پرچم
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

کسر کسی نے نہ چھوڑی، ہمیں مٹانے میں
خدا ہی اپنا محافظ تھا، ہر زمانے میں
یہ روک ٹوک ہے کیوں شہہؑ کا غم منانے میں
یزید کیا ابھی زندہ ہے اس زمانے میں
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

یہ سیدہؑ ہے باغِ نبّوت کا پھول ہے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

یہ سیدہؑ ہے، باغِ نبّوت کا پھول ہے
کارِ پیمبری میں، شریکِ رسولؐ ہے
اِس در کو پا کے، خواہش جنّت فضول ہے
جنّت تو اہلبیتؑ کے، قدموں کی دھول ہے
شامل ہے اِن کا نام، عبادت کے رکن ہیں
اِن پر دُرود ہے تو، عبادت قبول ہے
اک اک ادا ہے، سانچۂ حق میں ڈھلی ہوئی
ہر ہر عمل پہ، آیۂ حق کا نزول ہے
دل میں نہیں گر، ان کی مودّت تو با خدا
روزہ نماز، وحج وزیارت، فضول ہے
حجت خدا کی، دین کا محافظ او ابنِ سعد
بیعت کرے یزید کی، یہ تری بھول ہے
خیبر کشا کے لال، کی طاقت تو دیکھئے
اصغرؑ کی لاش ہاتھوں پہ، مانند پھول ہے
کھو دو گی تم چچا کو، کبھی سمجھاتے تھے حسینؑ
پانی کی آس، دیکھو سکینہؑ فضول ہے
انصارِ باوفا ہو، کہاں آؤ اے حبیب
تنہا عدو کی فوج میں جانِ، بتولؑ ہے

اکبرؑ رہے، نہ قاسمؑ و عباسؑ رہ گئے
بولے حسینؑ، اب میرا جینا فضول ہے

جب کبھی فرش عزا، شہہؑ کی بچھا دیتے ہیں

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

جب کبھی فرش عزا، شہہؑ کی بچھا دیتے ہیں
دل کے جذبات کو، پلکوں پہ سجا دیتے ہیں
عرش سے روکے فرشتے، یہ ندا دیتے ہیں
سوگواروں تمھیں، یہ سجادؑ دعا دیتے ہیں

یونہی، قائم رہے، اکبرؑ کی جوانی کا الم
یونہی، سجتے رہیں ہر سال، وفا کے پرچم
یونہی، ہوتا رہے شبیرؑ کا، ہر سُو ماتم
اجر اُلفت کا یونہی، اہل وِلا دیتے ہیں

زندگی کیا ہے، حقیقت میں غمِ شاہِ ہُدا
جس کے پیمانے میں، تلتی ہے سزا اور جزا
دیکھ کر حُر کے مقدر کو سبق لے دنیا
ایسے بگڑی ہوئی تقدیر بنا دیتے ہیں

کون ہے، آلِ محمدؐ سے کسے پیار نہیں
دل میں اُلفت ہو، تو رونے میں کوئی عار نہیں
آلِ احمدؐ کی کیا، اتنے کی کبھی حق دار نہیں
اشک دوچار تو غیر آکے، بہا دیتے ہیں

ٹوکنے والے، مناکر غمِ شبیرؑ تو دیکھ
اُلفتِ سبطِ پیمبرؐ کی، یہ تاثیر تو دیکھ
چند اشکوں کی عوض، خلد کی جاگیر تو دیکھ
اشک یہ نارِ جہنم کو بُجھا دیتے ہیں

کیوں ہے مایوس، کبھی مانگ کے دیکھ اس گھر سے
موت بھی آئی، تو خالی نہ گئی اس در سے
بھر دیا گود کو، سرورؑ نے بہتر سر سے
یہ سخی وہ ہیں طلب سے بھی، سوا دیتے ہیں

غم میں شبیرؑ کے مُنہ، اشکوں سے دھونے والے
جانِ زہراؑ کے لیے، جان کھونے والے
آ، اِدھر آمرے شبیرؑ، کو رونے والے
میرِ کوثر، لبِ کوثر یہ صدا دیتے ہیں

المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

چاہتا ہے جہاں، تیرا در چھوڑ دوں
رُخ سوئے در کعبہ سے، میں موڑ لوں
حق ہے حق کی قسم، میں اگر یہ کہوں
تو مرا دین ہے، تو مری زندگی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

کس طرح میں، یہ عہدِ وفا توڑ دوں
بُت کی پوجا کروں، بت شکن چھوڑ دوں
سو دفعہ میں مروں، سودفعہ میں جیوں
پھر بھی چھوڑوں نہ، میں تیرا دامن کبھی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

کتنی دشوار ہو، کتنی ہی پُر خطر
کچھ نہیں خوف مجھ کو، نہیں کوئی ڈر
تو ہو بالیں پہ گر، اے مرے راہبر
موت اپنالوں میں، چھوڑدوں زندگی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

خالقِ دوجہاں، یا خدا، یا خدا
اشرف الانبیاء ، مصطفیٰؐ، مصطفیٰؐ
ہم تو کہتے ہیں، کہتے رہیں گے سدا
تو نبیؐ کا وصی ہے، خدا کا ولی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

مومنوں میں ترا ذکر، دن رات ہے
ہر فرشتہ کے لب پر، تری بات ہے
مرحبا! کُلِ ایماں، تری ذات ہے
ہے شفاعت کی ضامن، تری دوستی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

تو ہی تو ہے، نظر پھر رہی ہے جدھر
تجھ میں خالق کی ہے، ہر صفت جلوہ گر
نور تیرا، ہویدا تھا افلاک پر
منزلِ آب وگِل، میں تھے آدم ابھی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

میرے خیبر کُشا، اے شہِ لافتیٰ
خیبر وبدر وخندق کا ہے ذکر کیا
جب کبھی کفر، تیرے مقابل ہوا
تو بڑھا، بڑھ کے اس کی کمر توڑ دی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

رنگ چہروں کے یکسر بدل جاتے ہیں
اپنی ہی آگ میں، آپ جل جاتے ہیں
دشمنوں کے کلیجے، دہل جاتے ہیں
جب لگاتے ہیں، ہم نعرۂ حیدری
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

لاکھوں تسلیم مَولا، ترے نام پر
ہے حکومت تری، صبح پر شام پر
جب کبھی وقت پڑتا ہے، اسلام پر
خود محمدؐ بھی پڑھتے ہیں، نادِ علیؑ
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

اے زہے بندگی، ایسا سجدہ کیا
تونے حقِ عبادت، ادا کردیا
پھر مکرم نہ کیوں ٹھہرے، سجدہ ترا
خانۂ حق میں، تیری شہادت ہوئی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

جتنی مشکل پڑی، ہنس کے سب ٹال دی
شکر حق کا کیا، ہر نفس ہر گھڑی
اُٹھ سکی جب نہ میت، جواں لال کی
شہہؑ نے سوئے نجف، مڑ کے آواز دی
المدد المدد، یا علیؑ یا علیؑ

خون برسا، نہ برستا تھا نہ بادل برسے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

خون برسا، نہ برستا تھا نہ بادل برسے
ایک ایک قطرے کو پانی کے، شہِ دیں ترسے

پیاس جب حد سے بڑھی، رو کے سکینہؑ نے کہا
دُور کتنی ہے چچا نہر، بتاؤ گھر سے

غش میں غنچہ دہن، پیاس سے اینٹھی ہے زباں
چونک کر روئیں، تو کیا کہہ دوں علیؑ اصغرؑ سے

ہم کفن باندھ کے آئے، سرِ میداں سر سے
روک سکتا ہے ہمیں، کون غمِ سرورؑ سے

عاشق سبطِ نبی خون، کو ارزاں کردے
آزمائے گا زمانہ، ترے جذبے سر سے

حق و باطل کا ہو ٹکراؤ، تو دل لڑتے ہیں
جنگ یہ جیتی نہیں جاتی، کبھی لشکر سے

ظلم پھر ظلم ہے، کس کس کی زباں روکو گے
لب ہوں خاموش، تو آتی ہے صدا خنجر سے

اب کہاں خاک پہ بیٹھی ہو، سکینہؑ اُٹھو
کون آیا ہے پلٹ کر، جو گیا رَن گھر سے

بعد شبیرؑ، سکینہؑ کا، عجب عالم تھا
کبھی روتی تھی، تو چونک اٹھتی تھی، گاہے ڈر سے

گھڑکیاں شمر کی کھائیں، جو کیا باپ کو یاد

کانِ کے درد سے روئی، تو طمانچے برسے
ابھی شبیرؑ ہے زندہ، وہیں ٹھہرا زینبؑ
تم کو اکبرؑ کی قسم، تم نہ نکلنا گھر سے
میرے نانا کے مدینے تجھے زینبؑ کا سلام
ٹھوکریں کھا کے پلٹ آئی ہوں میں در در سے
ایک دن آئے گا ہوئے گا پشیماں جہاں
آئے گی ہائے حسینؑ کی صدا گھر گھر سے

آجاؤ اب آجاؤ، اب آجاؤ سکینہؑ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

آجاؤ اب آجاؤ، اب آجاؤ سکینہؑ
بانو کی صدا تھی، کہ نہ تڑپاؤ سکینہؑ
اب مجھ سے جدائی کا الم، اُٹھ نہ سکے گا
یوں روٹھ کے مادر سے، نہ تم جاؤ سکینہؑ
پھر پیار سے ماں کہہ کے پکارو، مری دلبر
اماں کو نہ اس طرح سے، تڑپاؤ سکینہؑ

اصغرؑ کی جدائی، علی اکبرؑ کی جدائی
کافی ہے، نہ اب تم مجھے، رُلواؤ سکینہؑ
کیا مجھ سے خطا ہوگئی، کیوں روٹھ گئی ہو
اِس غمزدہ مادر کو یہ، بتلاؤ سکینہؑ
یہ سچ ہے بہت قید، میں دُکھ تم نے اٹھائے
لو باپ کی آغوش میں، سوجاؤ سکینہؑ
کانوں سے لہو بہتا ہے رخسار ہیں نیلے
یہ شکل نہ عباسؑ کو دِکھلاؤ سکینہؑ
لپٹا کے کلیجہ سے، دعائیں مری کہنا
اک ننھی سے تربت، ہو کہیں پاؤ سکینہؑ

رشک جنت ہے یہ سرزمین وفا

سیّدعلی محمد رضوی (سچّے)

رشک جنّت ہے یہ سرزمین وفا
خونِ معصوم سے اس کو سینچا گیا
سورہا ہے یہاں دلبرِ فاطمہؑ
آنکھ بھر آئی جب اس کی یاد آگئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

آنکھ نیچی رہے سر رہیں جس کے خم
کم نہیں تھے حرم، ہے یہ دشت ستم
سر کھلے یاں سے گزرے ہیں اہل حرم
گھڑکیاں کھاتی، روتی سکینہؑ گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

ذرّہ ذرّہ سے اک داستانِ الم
خون ہی خون بکھرا ہے تابہ حرم
اے دل ناتواں رکھ سنبھل کر قدم
سیّدہ یاں سے ہے پا برہنا گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

گودیوں میں نبی زادیوں کے پلے
جان دینے پہ اس طرح سے تھے تلے
رکھ دیئے خشک ریتی پہ پیاسے گلے
بُرّشِ خنجرِ ظلم شرما گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

رنج و غم جن کے گزرے نہ تھے پاس سے
تین دن تک تڑپتے رہے پیاس سے
شاہ دیکھا گئے حسرت و یاس سے
ہر کلی باغِ زہراؑ کی کمہلا گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

شام سے جبکہ پلٹا ہوا قافلہ
منزلیں مارتا پہنچا کرب و بلا
گر کے ناقہ سے زینبؑ نے دی یہ صدا
قید سے چھٹ کے بھیا بہن آ گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آ گئی

ہائے زینبؑ کہاں اور کہاں ریسماں
منہ چھپانے کو بتلاؤں جاؤں کہاں
مجھ سے چھپتے نہیں بازوؤں کے نشاں
قید ہونے سے پہلے نہ موت آگئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

تھا یہیں میرے اکبرؑ کو نیزہ لگا
حلقِ اصغرؑ یہیں تیر سے تھا چھدا
ہاں اُسی خاک پر تھا سرِ شہہؑ کٹا
یہ زمیں سارا کنبہ مرا کھا گئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

تم کو عون و محمد کا بھی ہے پتا
تر ہوا یا ابھی خشک ہی ہے گلا
کب سے تکتی ہوں دونوں کا میں راستہ
سارا دن کٹ گیا اب تو رات آگئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

اب جو پھر کے یہاں سے وطن جاؤں گی
مہ لقا کیا ہوا کیسے سمجھاؤں گی
کس طرح میں یہ صغریٰ کو بتلاؤں گی
تیرے اکبر کو رن میں قضا آگئی
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

جب سمجھتے ہو نبیؐ کو بھی تم اپنا جیسا

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

جب سمجھتے ہو نبیؐ کو بھی تم اپنا جیسا
پھر وراثت میں نبوت کی یہ جھگڑا کیسا
دین کے نام پہ دیتے تھے دنیا کو عروج
کھیل اس آڑ میں کھیلا گیا کیسا کیسا
یہ نبوت نہیں اُمّت کی امامت ہے خلیلؑ
اس میں شامل نہیں ہوتا کوئی ایسا ویسا
کلمہ گو ہوکے اٹھائے جو نبیؐ زادی کا دل
اے مسلمان بتا ہم اُسے سمجھیں کیسا
ایسے اسلام کو میں دُور سے کرتا ہوں سلام
جس میں ظالم مظلوم کا انجام اک سا
ایک ایک قطرہ کو پانی کے لیے ترسی ہے
وقت اک آلِ محمدؐ پر پڑا ہے ایسا
باپ نے کھودی ہے خود، اپنے پسر کی تربت
دشمنوں پر نہ پڑے وقت، خدایا ایسا

یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے
جھک گئی ہے دیارِ شہہؑ پہ جبیں
ہوگا آقا جہاں، غلام وہیں
ہم کو خوف، پُلِ صراط نہیں
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

ہم ہیں سر شار، اُن کی الفت میں
جو بلند ہیں، نگاہِ قدرت میں
یہ یقیں ہوچکا، ہیں جنت میں
ہیں گناہ گار مگر جائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

حُبّ آلِ نبیؐ، کے جام پیۓ
نورِ ایماں کی، روشنی میں جیۓ
رہ گۓ جو، فقط کتاب لۓ
اُن سے پوچھو، وہ کدھر جائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

لوٹنے والوں، سیدہؑ کا چین
یاد رکھنا، شکست بدر و حنین
کثرت فوج اشقیاء ، سے حسین
سمجھتے کیا ہو کہ، ڈر جائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

فخر سردارِ انبیاء، ہے حسینؑ
میرِ شہدائے کربلا، ہے حسینؑ
حق کا معیار بن گیا، ہے حسینؑ
حق اُدھر ہوگا جدھر، جائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

حق کا بگڑے نظام، ناممکن
بٹے احمدؐ کا نام، نا ممکن
کرے بیعت امام، نا ممکن
موت آسان ہے، مرجائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

کیا رکھا ہے، غرورِ باطل میں
وہ پڑے ہیں، جو آج مشکل میں
دیکھنا ایک دن، وہی دل میں
درد بن بن کے، اُتر جائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

رن میں کہتے تھے، حضرت عباسؑ
آقا زادی کو، تین دن سے ہے پیاس
پاس ہے یہ، نہ ٹوٹے اس کی آس
پانی لائیں گے، یا مرجائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

ہے یہی نام، میرے دل کا چین
دل ہلا دیتے ہیں، ہمارے بین
یا علیؑ علیؑ، حسینؑ حسینؑ
کہتے کہتے، یہی مرجائیں گے
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

واہ اے حسینؑ، راز زندگی کو پالیا

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

واہ اے حسینؑ، راز زندگی کو پالیا
پیمبروں سے جو نہ اُٹھ سکا، وہ بار اٹھا لیا
کچھ اس طرح سے بڑھ کے موت کو، گلے لگا لیا
حیات مسکرا اٹھی، اجل نے سر جھکا لیا
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

موت کو حیات کر دیا، حسینؑ، مرحبا
اے حسینؑ مصطفیٰؐ کے نور عین، مرحبا
علیؑ کی جان فاطمہؑ کے دل کے چین، مرحبا
ہر ایک زبان پر ہے شاہِ مشرقین، مرحبا
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

ظلم وجور ختم ہوگئے گزر گیا یزید
ظلم خود ہے دم بخود وہ کام کر گیا یزید
کس طرف گئے حسینؑ اور کدھر گیا یزید
مر کے بھی جئے حسینؑ، جی کے مرگیا یزید
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

یزیدیت تھی اوج پر زوال پر تھا
پناہ کی تلاش میں بھٹک رہی تھی زندگی
لبوں پہ جاں تھی سانس لے رہا تھا دیں آخری
تیرے لہو سے جی گئی شریعت محمدیؐ
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

عجیب طرز سے جہاں، کو درس بندگی دیا
نہا کے اپنے خون میں، خدا کا شکر ادا کیا
تڑپ تڑپ کے سامنے، جوان لال مرگیا
علیؑ کے لال نے مگر، نہ سر کو اپنے خم کیا
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

بجھا کے اپنے گھر کا نور، دل میں نور بھر گیا
دلوں کو سر کیا اگر چہ، دیکھنے میں سر گیا
جو گھٹنیوں نہ چل سکا، بڑے بڑوں سے بڑھ گیا
ہنسی ہنسی میں دل میں، کائنات کے اُتر گیا
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

جوان لال کو، سلگتی ریت پر سُلادیا
خدا کی راہ میں، صغیرؑ کا گلا بڑھا دیا
بڑھا جو اور ظلم، تو خود اپنا سر کٹا دیا
یزیدیت کو حشر تک نگاہ سے گرادیا
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

لبوں پہ پھیر کر زبان، اک سوال بن گیا
پدر کے ہاتھ پر، جوان نونہال بن گیا
وفا کی راہ میں، حسینؑ کا کمال بن گیا
صغیرؑ بے زباں، یزید کا زوال بن گیا
حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد

یہ رو کے کہتی تھی خواہر، حسینؑ آجاؤ

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

یہ رو کے کہتی تھی خواہر، حسینؑ آجاؤ
جلا رہے ہیں عدو گھر، حسینؑ آجاؤ
بچالو بہرِ پیمبرؐ، حسینؑ آجاؤ

خیام جلتے ہیں، تنہا کھڑی ہے ماں جائی
جو خود نہ آؤ، تو اکبرؑ کو بھیج دو بھائی
اسیر ہوتی ہے خواہر، حسینؑ آجاؤ

کہاں ہیں، عون و محمد کو لے کے ساتھ آؤ
فرات سے ذرا، عباسؑ کو بھی بلواؤ
سروں سے چھنتی ہے چادر، حسینؑ آجاؤ

برہنہ سر ہوئی، بلوائے عام میں بھائی
مرے نصیب میں لکھی تھی یہ بھی رسوائی
غضب ہے چھن گئی چادر، حسینؑ آجاؤ

اُدھر ہیں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہر سو
اِدھر سکینہؑ کے کانوں سے بہہ رہا ہے لہو
طمانچے کھاتی ہے دختر، حسینؑ آجاؤ

مرے مریض کو، قیدی بنانے آئے ہیں
لعیں پہنانے کو، زنجیر ساتھ لائے ہیں
بچالو بہرِ پیمبرؐ، حسینؑ آجاؤ

اُدھر حسینؑ کے سر سے، یہ آرہی تھی ندا
شہید ہوگیا راہِ خدا میں، بھائی ترا
صدا یہ اب نہ دو خواہر، حسینؑ آجاؤ

تم ہی کو بعد مرے، بار یہ اٹھانا ہے
ہر ایک سمت سے، اسلام کو بچانا ہے
نہ آئے لب پر برادر، حسینؑ آجاؤ

صدا یہ آئی بہن، ہے سکینہؑ میرے پاس
تڑپ رہے ہیں کنارے، فرات کے عباسؑ
نہ اب صدائیں دو خواہر، حسینؑ آجاؤ

مری بہن، مرے وعدے کا آج کرلے پاس
علیؑ کی بیٹی، بہت مجھ کو تیرے دم سے ہے آس
کہو نہ بہر پیمبرؐ، حسین آجاؤ

کام لیتے گر حسینؑ ابن علیؑ، تلوار سے

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

کام لیتے گر حسینؑ ابن علیؑ، تلوار سے
خون کا دریا اُبلتا دشت سے، کُہسار سے
ابنِ حیدرؑ میں تھے تیور، حیدرِؑ کرّار سے
جو چڑھا رخ پر اُسے دور کر دیا، اک وار سے
لافتیٰ کا شور اُٹھتا، خیبری سب بھاگتے
وہ تو کہیئے، جنگ کرنی ہی نہ تھی کفار سے
غیظ کی بس اک نظر کافی تھی اُن کے واسطے
جنگ کیا کرتے عدو شہہؑ کے علمبردار سے
حق سر دربار گونجا فق ہوا باطل کا رنگ
بنتِ حیدرؑ ہے مخاطب شام کے دربار سے
باندھ کے سر سے کفن، ٹکرا گئی آلِ نبیؐ
ظلم سے، نفرت سے، نخوت سے، رَن سے، دار سے
حق اُبھرتا ہے جب، اُٹھتی ہے صدائے یا حسینؑ
ظلم کی رنگت بدل جاتی ہے، اس للکار سے
حشر تک ہوتا رہے، یونہی غم سبط نبیؐ
رونق مجلس ہے، ذکرِ سید ابرار سے
دے کے جانے کی رضا، رَن کو حسینؑ ابن علیؑ
دیر تک دیکھا کیے، اکبرؑ کی صورت پیار سے
جس کا بچہ کھیلتا، ہنستا ہوا دم توڑ دے

کیا گذر جاتی ہے، پوچھ اُس ماں کے قلب زار سے
کانپ اٹھے ارض وسما، کیا جانیئے کیا کہہ دیا
ایک بیٹی نے لپٹ کر باپ کے رہوار سے
کس جگہ تڑپے کہاں روئے، کہاں فریاد کی
حالتِ بیمار پوچھو شام کے بازار سے

زندگی ماتمِ سرورؑ کے سوا، کچھ بھی نہیں

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

زندگی ماتمِ سرورؑ کے سوا، کچھ بھی نہیں
غم یہ مل جائے تو پھر آب بقا، کچھ بھی نہیں
آل کو چھوڑنے والوں کا بھی، کیا حشر ہوا
عمر بھر سجدے کیے، اورؑ ملا کچھ بھی نہیں
مجھ کو پہچانو، میں عباسؑ ہوں، حیدرؑ کا پسر
یہ ترائی نہ اُلٹ دی، تو کیا کچھ بھی نہیں
ہم اگر چاہیں، تو دنیا تہ وبالا کردیں
بولے عباسؑ، یہ لشکر بخدا کچھ بھی نہیں
رو دیئے، سب ستم وجور کے بانی رن میں
لب ہلے تو مگر، اصغرؑ نے کہا کچھ بھی نہیں
گھر لٹا دوں کا رہ حق میں، یہ بولے شبیرؑ
دین قائم رہے، اصغرؑ کا گلا کچھ بھی نہیں
قلب اکبرؑ بھی ترا، دستِ برادر بھی ترا

سب ترا ہے مرے مالک، ہے مرا کچھ بھی نہیں
ہے سعادت، جو ترے نام پہ کام آ جائے
میرا سر یا سرِ زینبؑ کی رِدا، کچھ بھی نہیں

رو کے کہتی تھی ماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

رو کے کہتی تھی ماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
اصغرِ بے زباں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

اب تو روتے نہیں، بولتے کیوں نہیں
سو رہے ہو کہاں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

قید ہوتی ہوں میں، کب سے روتی ہوں میں
بندھ چکی ریسماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

پاس دادی کے یا شہہؑ کی گودی میں ہو
کچھ تو دے دو نشاں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

خیمے جلنے لگے، شاہ مارے گئے
لو اُٹھیں آندھیاں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

تم بُلاتے نہیں، آپ آتے نہیں
لو چلا کارواں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

رن میں پلٹو گے کب، جلتے خیموں سے اب
اُٹھ رہا ہے دھواں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے
علیؑ علیؑ ہے علیؑ ولی ہے

بدل رہا ہے، نظام عالم
قدم قدم، انقلاب پیہم
مگر ہماری زبان پہ ہر دم
علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

یہ نام نامی، ہے اسم اعظم
اسی سے ملتا ہے، عزم محکم
سند ملی جس کو، لافتیٰ کی
وہ مرد میداں یہی، علیؑ ہے

خدا نے تلوار جس کو، بھیجی
نبیؐ نے جس کو دی، اپنی بیٹی
یہ مرتبہ کس نے، اور پایا
کسے یہ رفعت بھلا، ملی ہے

زبان آدم، پہ یا علیؑ ہے
زبان خاتم، پہ یا علیؑ ہے
وہ ابتدا تھی، یہ انتہا ہے
ازل علیؑ ہے، ابد علیؑ ہے

علیؑ کا در سجدہ گاہ عالم
یہاں پہ شاہوں کے سر بھی ہیں خم
در علیؑ کی، ہے یہ بلندی
جبیں ملک کی جھکی ہوئی ہے

میان خم وہ نبیؐ کا خطبہ
دکھارہے ہیں وصی کا چہرہ
ادھر بلند ہورہے ہیں مولا
اُدھر سے آیت اتر رہی ہے

غبار دل کا ہے رُخ پر چھایا
علم علیؑ نے ہے، رن میں پایا
کسی کا چہرہ، دَمک رہا ہے
کسی کی رنگت، اُڑی ہوئی ہے

اُٹھا کے سر، جب بھی زور باطل
ہوا ہے، اسلام کے مقابل
ادھر کہا، یا علیؑ زبان سے
اُدھر سے، فتح وظفر ملی ہے

نبیؐ نے، خود راستہ دکھایا
کہ یا علیؑ، کہہ کے ہے پکارا
علیؑ سے پھرنے کا ہے، نتیجہ
جو آج دنیا، بھٹک رہی ہے
نبیؐ نبیؐ ہے، ولی ولی ہے

ابھی خنجر نہ چلا۔ ابھی خنجر نہ چلا

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

جب گرے گھوڑے سے مقتل میں، شہہ کرب وبلا
خنجر ظلم لئے، شمر ستمگار بڑھا
دی تڑپ کر در خیمہ سے، یہ زینبؑ نے صدا
ابھی خنجر نہ چلا ابھی خنجر نہ چلا

لوٹ مت بہر خدا، فاطمہ زہراؑ کا چین
اور کچھ دیر ٹھہر جا، ارے ظالم کہ حسینؑ
بخشش امت جد کی، ابھی کرتے ہیں دعا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

دشت غربت پر مسافر کو، ہے گھیرا ظالم
کیا بگاڑا ہے مرے بھائی نے، تیرا ظالم
کیا خطا ہے مرے بھائی کی، بتا بہر خدا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

تین دن ہوگئے، پیاسا ہے نبی کا جانی
ذبح کرنا ہے تو، دو گھونٹ پلادے پانی
کند خنجر ہے میرے بھائی کا، سوکھا گلا!
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

بوسہ گاہ نبوی ہے، یہ گلا اے ظالم
شہ رگ دین پر، خنجر نہ چلا اے ظالم

چومتے تھے اسی حلقوم، کو محبوب خدا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

چھوڑ کر خلد ذرا، فاتح خیبر آلیں
اور کچھ دیر ٹھہر جا، کہ پیمبرؐ آلیں
آتی ہی ہوں گی وہ، آلینے دے اماں کو ذرا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

شہ رگ دین پہ، چلتا ہوا خنجر دیکھیں
آکے زہراؑ و نبیؐ بھی تو، یہ منظر دیکھیں
دور ہے راہ نجف، آتے ہی ہونگے بابا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

کیسے دیکھے گی تمہیں، توڑتے دم ماںجائی
کیا کروں جاؤں کہاں، کس کو پکاروں بھائی
یا الٰہی مجھے شبیرؑ سے، پہلے لے اٹھا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

ہائے کس دل سے کروں، تذکرہ جور و جفا
کٹ گیا سامنے زینبؑ کے شہہ دین کا گلا
چیختی رہ گئی زینبؑ، سر مقتل یہ خدا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

ابھی خنجر نہ چلا، شمر ٹھہر جا ظالم
ابھی سجدہ میں ہے مشغول، نمازی رک جا
ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

کربلا میں تشنہ لب ہے آج وہ تقدیر سے

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

کربلا میں تشنہ لب ہے، آج وہ تقدیر سے
پرورش پائی ہے جس نے، فاطمہؑ کے شیر سے

کاش مل جاتا کہیں، عباسؑ کو اذن جہاد
کاٹ لاتے نہر، خیمہ گاہ تک شمشیر سے

سر جھکائے چل رہے ہیں، سید سجادؑ چپ
شور ماتم اٹھ رہا ہے، پاؤں کی زنجیر سے

کہتی تھی رو رو سکینہؑ، ہائے میں ڈھونڈوں کہاں
رُوٹھ کر کس جا، علی اصغرؑ گئے ہمشیر سے

یاد جب بچے کی آتی تھی، تو کہتی تھی رباب
دن میں اصغرؑ کب تک کھیلیں گے، یارب تیر سے

لاش اصغرؑ کی لیے گودی میں کہتے تھے حسینؑ
کیا ہوا یہ کیا کہوں گا، مادرِ شبیرؑ سے

حق پہ جیو، حق پہ مرو

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

حق پہ جیو، حق پہ مرو
ظالم کی صحبت میں جینا ذلت ہے کلمہ گویو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

دے گئے یہ پیغام، شہید کرب وبلا
حق پہ فنا ہوجانے میں، ہے راز بقا
سر کو کٹانے میں عزت ہے، سر نہ جھکا
ذلت سے جینے سے بہتر ہے عزت کی موت مرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

عزت کی اک سانس، ملے تو نعمت ہے
ذلت کی ہر سانس، مسلسل لعنت ہے
کلمۂ حق کہنے میں، اور ہی لذت ہے
جابر سے جابر سلطان کے آگے حق کی بات کہو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

مسجد نبوی سے ملحق تھے، جن کے گھر
بند ہوا اک در کے سوا، ہر اک کا در
اے اہل اسلام، تعجب ہے اس پر
جس کو کھلا رکھا حق نے، اس در ہی سے منہ موڑتے ہو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

ناحق ہم ناداروں پر، یہ تہمت ہے

حکم خدا ہے اور، نبی کی سنت ہے
جھوٹوں پر قرآن نے، بھیجی لعنت ہے
ہم کو کہنے سے پہلے، قرآن سے آیت حذف کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

ساتھ نبیؐ کے، رہتے تھے اصحاب کئی
ان میں مومن بھی تھے، اور منافق بھی
غور کر کچھ عقل کی، ہے یہ بات کوئی
سب کو راہ حق پر سمجھو، ہر اک کی تعظیم کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

جاہل سے ہے، ایک عالم کا تقابل کیا
اس کی راہ ایک ہے، اس کی راہ جدا
وہ دشمن اللہ کا، یہ ہم نام خدا
جہل کی تاریکی سے نکلو، روشن شمع علم کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

ایک گناہوں کی منزل، ایک راہ ثواب
جہل ہے آگ، اور ایک ہے شہر علم کا باب
دونوں کا انجام ہو یکساں، روز حساب
یہ کیسے ممکن ہے، اے اہل اسلام ذرا سوچو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

جس میں ہوں سلمان و ابوذر سے اصحاب
اس صف میں شامل ہوں، کیسے آپ جناب
اہل نہیں جس کے دیکھیں، کیوں اس کا خواب
علم کی مسند جہل کے ہاتھوں، لوگوں مت برباد کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

علم ارادہ، علم عمل ہے، علم یقیں

علم ہی سے روشن ہے فلک، رنگین ہے زمیں
علم کے در پرخم ہے، دو عالم کی جبیں
دو عالم کی خم ہے جبیں، جسیروہ در پہچانو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

علم خدا ہے علم نبی ہے، علم ولی
علم ہی سے ہے تعمیر، اسلام ہوئی
علم کا شہر محمدؐ ہیں، دروازہ علیؑ
شہرعلم کو جانے والو، درد تو پہلے پار کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

جس کے گھر کی بات ہے، اسکے گھر سے پوچھ
علم ہے کیا، یہ اہلبیت کے گھر سے پوچھ
کون ہے حق پر، یہ شبیرؑ کے گھر سے پوچھ
نوک نیزہ پر ہے بلند، ہونٹوں پر ہے قرآن سنو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

بعد علی اکبرؑ قاسمؑ، عباس علیؑ
ہمت تھی واللہ، یہ میرے مولا کی
لے آئے میداں میں، جاں اک ننھی سی
کرکے ماں کی گودی، خالی دے کے تسلی بانو کو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

بولے یہ بے شیر سے، رن میں شاہ ہدا
کرلو تم بھی، اتمام حجت بیٹا
کمسن ہو شاید کہ، کہ ترس کھائیں اعدا
خشک زباں پھیرو لب پر، اے لعل سوال آب کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

سن کے صدا بابا کی، اصغرؑ نے لب پر

خشک زباں پھیری، تو چیخ اٹھا لشکر
دیکھ کے حالت، ابن سعد بد اختر
ابن کا ہل سے بولا، شبیرؑ کا لہجہ قطع کرو!
حق پہ جیو، حق پہ مرو

ہائے کروں کس دل سے، اب میں حال بیاں
کانپ اُٹھے دل، سینوں میں کڑکی جو کماں
سہہ شعبہ ناوک حلق، بے شیر کہاں
ہچکی لی بے شیر نے، جس دم تھام لیا شہہ نے دل کو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

کہتا تھا اک اک سے ابن سعد لعیں
بجھنے ہی کو ہے، شمع ایمان یقیں
رکھ دی ہے شبیرؑ نے، اب سجدہ میں جبیں
نیزے مارو تیغ لگاؤ، تیروں کی برسات کرو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

رحم نہ کھاؤ آج، نبیؐ کی عزت پر
آؤ بڑھو بڑھ کے شبیرؑ کا کاٹ لو سر
لینا ہے انعام، تو اے اہل لشکر
آگ لگا دو خیموں میں، ہر ایک سے چادر لے کو
حق پہ جیو، حق پہ مرو

مل لی ہے کربلا کی جبیں پر اٹھا کے خاک

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

مل لی ہے کربلا کی جبیں پر، اُٹھا کے خاک
پوچھے گا مجھ سے قبر میں اب کوئی، آ کے خاک

سو جاؤں گا سکون سے، پھولوں کی سیج پر
فرش لحد پہ کرب وبلا کی بچھا کے خاک

وابستہ جو بتولؑ کے در سے نہیں اسے
ہاتھ آئے گا رسولؐ کے روضہ پہ جا کے خاک

دیتا وہ کیا، رسولؐ کی بیٹی کا حق بھلا
میت کو دے سکا جو، نہ اس کی اٹھا خاک

اللہ وہ رسولؐ کو، کیا منہ دکھائے گا
جس نے کیا بتولؑ کے گھر کو، جلا کے خاک

سالار جس کا پشت، دکھا جائے وقت جنگ
میدان میں وہ فوج، لڑے بھی تو جا کے خاک

چھا کر رہا حسینؑ کا دل، کائنات پر
حربے تمام ہوگئے، اہل جفا کے خاک

اک دوپہر میں ظلم کا چہرہ اتر گیا
سرور نے قصر جور کئے پل میں ڈھا کے خاک

واللہ اذن شہہ ہو، تو یہ فوج ابن سعد
بچے کریں حسینؑ کے، چٹکی بجا کے خاک

عباسؑ کو نہ چھیڑ، کہ یہ لشکر کشید
ہوجائے دیکھ لیں جو، یہ نظریں جما کے خاک

جب بعد قتل شاہ، سروں سے چھنی ردا
ڈھانپا سروں کو، اہل حرم نے اڑا کے خاک

اے دشت نینوا، تیری تپتی زمیں پر
اعدا نے مصطفےؐ کا کیا گھر، جلا کے خاک

تیر ستم چلا کے، ابھی دل بھرا نہیں

کیا ڈھونڈتا ہے اے بن کاہل، ہٹا کے خاک
بہنوں سے بھائی، ماؤں سے بچے بچھڑ گئے
گھر ہوگیا بتولؑ کا، اس بن میں آ کے خاک
کس چاہ سے، رسولؐ نے چوما تھا یہ گلا
کس ظلم سے عدو نے کیا ہے، ملا کے خاک

حسینی ہوں مجھے اندیشۂ روزِ جزا کیوں ہو

سیّد علی محمد رضوی (سچے)

حسینی ہوں مجھے، اندیشۂ روز جزا کیوں ہو
زمانہ میرے اطمینان پہ، حیرت زدہ کیوں ہو
نبیؐ کی آل کا ہے تذکرہ، خوش وہ بھلا کیوں ہو
یہ کار خیر، اہل شر کی محفل میں روا کیوں ہوں
کبھی مقتول کے ورثہ کو، قاتل نے دیا پرسا
ہمارے ساتھ اس غم میں وہ مصروف بکا کیوں ہو
علیؑ کا تذکرہ چھیڑو، ہمیں کیا غیر سے حاصل
ولا کی بزم میں آ کر، طبیعت بدمزا کیوں ہو
ہم اہلبیتؑ کے خادم، ہم اہل حق کے شیدائی
کسی بھی ایسے ویسے سے ہمارا واسطہ کیوں ہو
عقیدت ہی نہیں جس کو، علیؑ مرتضیٰ سے وہ
سوالی بن کے، شہر علم کے در پر کھڑا کیوں ہو
علیؑ کے دشمنوں سے گر نہیں، آپ کو اُلفت

علیؑ کے دوستوں سے اسقدر، آخر خفا کیوں ہو
بڑی نعمت ہے جذب دل، نبیؐ کی آل کی اُلفت
میسر ہے جسے یہ، وہ تہی دامن بھلا کیوں ہو
خوا والے، نبیؐ والے، علیؑ والے، علیؑ والے
نہ ہوں جس کے علیؑ، اس کا نبی، اس کا خدا کیوں ہو
بہت ہیں آج بھی دنیا میں، اہلبیت کے دشمن
تن تنہا یزید بے حیا پر، اکتفا کیوں ہو
یزیدیت کو فعل نار واگر ماننے والوں
حسینیت کے نعرے سن کہ، برانگیختہ کیوں ہو
اگر رونا شہید ظلم پر بدعت سمجھتے ہو
رسولؐ اللہ سے پوچھو کہ مصروف بکا کیوں ہو
نبیؐ کی آل کو قیدی بنا کر، بے حیا خوش ہو
جو ہو شیطان کا بندہ، اسے خوف خدا کیوں ہو
کسی نے بھی نہ ٹوکا بڑھ کے دربار یزیدی
نبی کی آل پر ظالم، یہ ظلم ناروا کیوں ہو
قدم دو چل نہیں سکتا جو، شب کے ضعف سے ظالم
سراپا اس کا زنجیروں سے یوں جکڑا ہوا کیوں ہو!
علیؑ اصغرؑ کہاں ہو، آؤ ماں کی گود میں آؤ
صدا بانو کی تھی اے لعل، ماں سے تم خفا کیوں ہو
تعجب سے یہ تنہائی میں سوچا کرتی تھیں زینبؑ
کہ جسکا بھائی ہو عباس سا وہ بے ردا کیوں ہو

کفر و الحاد کی وادی میں، وہ چمکا سورج

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

کفر و الحاد کی وادی میں، وہ چمکا سورج
جس کا کردار کرن، جس کا سراپا سورج

سب کے سب نور، ہر اک فرد کا چہرہ سورج
ہے محمدؐ کے گھرانے کا، گھرانا سورج

اول و اوسط و آخر کی یہاں قید نہیں
ایک ہی نور سے پرنور ہیں چودہ سورج

ایک بجلی سے گری، شق ہوئی دیوار حرم
کٹ گئی رات، سحر ہوگئی ابھرا سورج

پھر اندھیروں میں جنم لے گا اُجالوں کا نقیب
اسی کعبہ سے طلوع ہوگا، دوبارہ سورج

اس کے چہرہ کو کہوں، چاند سا چہرہ کیسے
ہر قدم ڈھالتے ہیں، جس کے کف پا سورج

ماند پڑنے لگا جب، دین خدا کا سورج
وسعت قلب پہ، شبیرؑ نے برسائے چاند

یہ در آل محمدؐ ہے، یہاں کا ذرّہ
ضوفگن ہو، جو سر عرش، تو شرمائے چاند

ظلمت کفر سے، اس طرح، نکل آیا حرُ
جس طرح، کالی گھٹاؤں سے، نکل آئے چاند

ڈوبنے دی نہ اندھیروں میں، راہ حق شہہ نے
ایک نظروں سے چھپا، دوسرا لے آئے چاند

افق دین پہ جب، کالی گھٹا چھانے لگی
شاہِ دین، گودی سے بانو کی، اُٹھا لائے چاند
مائیں خیموں میں تڑپتی، رہیں بچوں کے لیے
رن میں سوتے رہے، سینوں پہ سنا کھائے چاند
کوئی کہتی تھی، جگر تھام کے، آجا اے لعل
آ رہی تھی کسی خیمہ سے صدا، ہائے چاند
جگمگائے گا ابد تک، یونہی ہوگا نہ غروب
افق دین پہ شبیرؑ ہے، ایسا سورج

چھین کر گھاٹ، پیاسے کا پیاسا ہی رہا
نبی ہاشم کا قمر، عرش وفا کا سورج
یاد آجاتا ہے، کیا جانیے، کیا کیا مجھ کو
دیکھ کے عرش پہ عاشور کا ڈھلتا سورج
تُل رہی ہے سر میدان، پیاسوں کی وفا
آنچ دیتی ہے زمیں، سر پہ ہے جلتا سورج
کوفہ وشام کے بازار میں، بے پردہ ہیں
دیکھ پایا نہ تھا جن کا، کبھی سایہ سورج
رات بھر روتے ہیں، پیاسوں کو سرِ عرش نجوم
رات بھر کہتا ہے، پیاسوں کا فسانہ سورج
ڈوبتے دین کے، جس وقت نظر آئے چاند
خاک کے ذرّوں سے، سرورؑ نے اُبھارا سورج
جانے کیا سوچ رہے ہیں، کھڑے مقتل میں حسینؑ
تر ہے پیشانی، کلیجے سے ہیں لپٹائے چاند
دل کے ٹکڑے پڑے، یوں شہہ دین بن میں
ٹوٹ کر جیسے سفر عرش، بکھر جائے چاند

حیّ علیٰ خیر العمل

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

حَیّ علیٰ خیر العمل
ہے وقت ابھی نادان سنبھل
قدرت کا ہے قانون اٹل
میزان مودّت پر کل کو
تل جائے گا ایک ایک عمل
حَیّ علیٰ خیر العمل
وہ صحرا وہ آواز اذاں
مولائی کے عہد و پیماں
چودہ(۱۴) سو برس گزرے اب تک
دیتا ہے صدا خُم کا میداں
حَیّ علیٰ خیر العمل
میں جس کا مولا ہوں اس کا
ہے میرے بعد علیؑ مولا
پالانِ شتر کے منبر سے
دیتے ہیں صدا محبوب خدا
حَیّ علیٰ خیر العمل
کاندھوں پہ علیؑ ہاتھوں پر علیؑ
کعبہ میں کبھی منبر سے کبھی
عالم کو نبیؐ اکرم نے

بتلایا یہ ہے میرا وصی
حَیِّ علیٰ خیر العمل
ظاہر میں کبھی باطن میں کبھی
انداز وہی اطوار وہی
یہ بغض علیؑ کی بیماری
اِس وقت بھی ہے اُس وقت بھی تھی
حَیِّ علیٰ خیر العمل
جنگل جنگل صحرا صحرا
بستی بستی قریہ قریہ
عالم میں پیام حق بنکر
گونجے گی قیامت تک یہ صدا
حَیِّ علیٰ خیر العمل
حق بات کہو حق بات سنو
حق پہچانو گمراہ نہ ہو
مظلوم کی نصرت میں ظالم
سے نفرت کا اعلان کرو
حَیِّ علیٰ خیر العمل
ہر سو نہ بھٹک ہر در پہ نہ جا
کیوں پھرتا ہے مارا مارا
اب بھی کھلی ہیں حق کی راہیں
دیتی ہیں صدائیں کرب وبلا
حَیِّ علیٰ خیر العمل
صبح عاشور جب آتی ہے
تاریخ وفا جب دہراتی ہے
ہر سال ضمیر عالم کو۔!

پیغام یہی دے جاتی ہے
حَیَّ علیٰ خیر العمل
ہے صبح و دہم(۱۰) ہم محشر عیاں
صف باندھے کھڑے ہیں پیرو جواں
دل کانپ اُٹھے جس دم گونجی
مقتل میں علی اکبرؑ کی اذان
حَیَّ علیٰ خیر العمل
قربان ہوا اکبر سا جواں
بے شیر ہوا آنکھوں سے نہاں
اللہ رے ہمت سرور کی
مرتے مرتے ہے ورد زباں
حَیَّ علیٰ خیر العمل
حَیَّ علیٰ خیر العمل

کہتی تھی سکینہؑ آ جاؤ بابا! آ جاؤ!

سیّد علی محمد رضوی (سچّے)

کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!
للہ نہ اتنا تڑپاؤ بابا اب آجاؤ!
اللہ یہ کیسا وقت پڑا
کوئی بھی نہیں میری سنتا
ہوجاؤں گی میں تم سے خفا
دیکھو نہ مجھے یوں رلاؤں

کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

کس جرم کی ہے آخر یہ سزا
سنتے ہی نہیں بیٹی کی صدا
ہوجاؤں گی میں تم سے خفا
اب کس کو پکاروں بتلاؤ
کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

ناموس نبیؐ کا پاس نہیں
ڈرانہ چلے آتے ہیں لعیں
چھن جائے نہ چادر سر سے کہیں
ہے وقت مصیبت جلد آؤ
کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

جلتے ہیں خیام اٹھتا ہے دھواں
ہر سمت لگی ہے آگ یہاں
اب جاؤں تو میں جاؤں کہاں
اتنا تو مجھے بتلا جاؤ
کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

روتے روتے جھولے کے قریں
ڈر ہے کہ نہ دے دیں جان کہیں
اماں کو بلالوں پاس وہیں
یا شکل انہیں دکھلا جاؤ
کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

کب سے رو رو چلاتی ہوں
آؤ کہ طمانچے کھاتی ہوں
اچھا میں وہیں آجاتی ہوں
سوتے ہو کہاں پر بتلاؤ

کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!
عمّو بھی نہیں لشکر بھی نہیں
اکبرؑ بھی نہیں اصغرؑ بھی نہیں
اب تو سر پر چادر بھی نہیں
کہتی تھی سکینہؑ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ

سیّد علی محمد رضوی (بچّے)

ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ
نہنگِ قلزمِ وغا، امیر لشکر حسینؑ
خدنگ ترکشِ فضا، امیر لشکر حسینؑ
برنگِ شاہِ لافتیٰ، امیر لشکر حسینؑ
جری، دلیر، باوفا، امیر لشکر حسینؑ
وفا بحدِّ معجزہ، امیر لشکر حسینؑ
یہ ذوالفقار حیدری، یہ شیر بیشۂ نجف
یہ تیغ تیز ہاشمی، نشانِ جراَتِ سلف
ہر اک کا مرکز نظر، کفیل تشنگانِ طف
کنارِ نہرِ علقمہ، تمام فوج کا ہدَف
کسی سے پر نہ رُک سکا، امیر لشکر حسینؑ
بہادرانِ صف شکن میں، اس جری کے تذکرے
دلاورانِ تیغ زن میں، اس جری کے تذکرے
ہر اک وفا کی انجمن میں، اس جری کے تذکرے

رسولؐ پاک کے چمن، میں اس جری کے تذکرے
غرورِ آلِ مصطفٰےؑ، امیر لشکر حسینؑ

حسینؑ میر قافلہ، یہ قافلے کا پاسبان
کبھی قریب راحلہ، کبھی قریب ساربان
کبھی بڑھا کے اسپ، کو ڈھاں جہاں عماریاں
کبھی سلام کے لئے حضورِ شاہِ انس و جاں
ہر ایک سُو ہر ایک جا، امیر لشکر حسینؑ

حسینؑ کا اَخی بھی ہے، حسینؑ کا غلام بھی
حسینؑ کی سپر بھی ہے، تبر بھی ہے جسام بھی
حسین کی زِرہ بھی ہے، کماں بھی ہے سہام بھی
حسین حکم دیں اگر، تو شمر سے کلام بھی
وگرنہ وہ کجا، کجا امیر لشکر حسینؑ

حسینؑ اذان دیں اگر ابھی یہ سب کو دیکھ لے
ابھی عراق و شام کو، ابھی حلب کو دیکھ لے
ابھی ابھی یہ کوفیانِ، بے ادب کو دیکھ لے
مقابلہ جو آپڑے، تو کل عرب کو دیکھ لے
مثالِ شاہِ لافتیٰ، امیر لشکر حسینؑ

اشارۂ امام ہو تو، فتح میں دَھرا ہے کیا
شعاعِ مہر کے لئے، یہ شام کی گھٹا ہے کیا
فرات تک نہ جانے دے، کسی میں حوصلہ ہے کیا
علیؑ کے شیر کے لئے، یہ جنگ کربلا ہے کیا
اُلٹ دے تختِ شام کا، امیر لشکر حسینؑ

جو مرضئ حسینؑ ہو، تو فوجِ شام ہیچ ہے
یہ دشمنوں کا اجتماع، یہ اژدھام ہیچ ہے
فرات پر یہ بندشیں، یہ انتظام ہیچ ہے

علیؑ کے گھر سے بدر، کا یہ انتقام ہیچ ہے
دکھادے زورِ لا فتیٰ، امیر لشکر حسینؑ

یزید بد نہاد سے، سکونِ ذات چھین لے
محافظین نہر سے، حق حیات چھین لے
جو مرضی حسینؑ ہو، ابھی فرات چھین لے
فرات کیا ہے، یہ وہ ہے، کہ کائنات چھین لے
بڑا بلند حوصلہ، امیر لشکر حسینؑ

مگر یہاں تو حکم، ہے کہ بس علیؑ کے شیر بس
حسینؑ اپنی زندگی سے، ہو چکا ہے سیر بس
قریب وقت عصر ہے، بس اب مرے دلیر بس
ہمارے کوچ میں کہیں، مزید ہو نہ دیر بس
کرے گا تابہ کے وغا، امیر لشکر حسینؑ

شہہ نے یہ خیمے کے در سے، دی صدا اصغرؑ چلو

مجاہد لکھنوی

شہہ نے یہ خیمے کے در سے، دی صدا اصغرؑ چلو
اب نہیں کوئی ہمارا، آسرا اصغرؑ چلو
ہوگئے بے چین تم، سنتے ہی ھل من کی صدا
کیا کریں ناصر نہیں، کوئی رہا اصغرؑ چلو

باپ ہے تنہا تمہارا، اور دشمن چار سو
ہو چکی ظلم و ستم کی، انتہا اصغرؑ چلو
اب نہ قاسمؑ ہیں، نہ اکبرؑ ہیں، نہ عباسؑ علی

کر چکے ہیں فرض سب، اپنا ادا اصغرؑ چلو

ساتھیوں میں اب، نہ مسلمؑ ہیں، نہ باقی حبیبؑ
آ چکی ہے سب کو، مقتل میں قضا اصغرؑ چلو

تم کو لائے تھے، اسی دن کی رفاقت کے لئے
آخری فدیہ، کریں پیش خدا اصغرؑ چلو

سرخرو کردو ہمیں، بیٹا خدا کے سامنے
حرملا کے تیر پر، رکھ دو گلا اصغرؑ چلو

فرض ہے تم پر بھی بیٹا، کچھ تو خدمت باپ کی
آج کرنا ہے تمہیں، حق ادا اصغرؑ چلو

تم کو دینا ہے لہو، دین پیغمبرؐ کے لئے
تیر کھانے حلق پہ، اے مہ لقا اصغرؑ چلو

یہ دکھا دو تم بھی، پوتے ہو خدا کے شیر کے
آج فاتح خیبر سے بڑھ، کر معرکہ اصغرؑ چلو

یہ تو سچ ہے، تین دن کی پیاس سے تم ہو نڈھال
مانگ کر دیکھیں گے، کوزہ آب کا اصغرؑ چلو

پھیرنا تم بھی لبوں پر، اپنی ننھی سی زباں
رحم کھائیں تم پہ شاید، اشقیا اصغرؑ چلو

چھوڑ دو اے لعل اب، آغوشِ مادر چھوڑ دو
وقت یہ ہرگز نہیں، آرام کا اصغرؑ چلو

چھوڑنا ہے آج سے، بیٹا تمہیں مادر کا ساتھ
بھول جاؤ ماں کی، الفت کا مزا اصغرؑ چلو

ہاتھ جب ہوں گے رسن بستہ، تو لے گی کسطرح
کل تمہیں آغوش میں، وہ غمزدہ اصغرؑ چلو

گود میں دادی کے سونا، آج بھی جنت میں تم
لو سنو آتی ہے، زہرا کی صدا اصغرؑ چلو

یہ سر محشر مجاہد کو صدا دیتا ہے کون
دے رہے ہیں نوحہ خوانی کا صلہ اصغرؑ چلو

جس کے دل میں حُب حیدرؑ ہو وہ آئے سامنے

مجاہد لکھنوی

جس کے دل میں حبِ حیدرؑ ہو وہ آئے سامنے
غیر کیا پائے گا جا کر مصطفےؐ کے سامنے

مرحب و عنتر سے پوچھو تیغ حیدرؑ کا مزا
زورِ حق بازو میں ہو پھر کون ٹھہرے سامنے

جز علیؑ اسلام کی تاریخ میں رکھا ہے کیا
دوسرا فاتحِ خیبر کوئی لائے سامنے

جنگ خندق میں وہ اک ضربت علیؑ کی الاماں
دونوں عالم کی عبادت ہیچ جس کے سامنے

ہم نے اشکوں سے غم سرور میں دامن بھر لیا
قدر کیا لعل و جواہر کی ہمارے سامنے

سچ بتاؤ کیا تمہارے دل پہ گزرے گی اگر
توڑ دیں دم بھانجے، بھائی، بھتیجے سامنے

آ گئے آنکھوں میں آنسو حضرتِ عباسؑ کی
خالی کوزے لے کے جس دم آئے بچے سامنے

بولے اے عباسؑ تیری زندگی پر حیف ہے
ساقی کوثر کا بیٹا اور پیاسے سامنے

لے کے مشکیزہ تسلی دے کے بچوں کو چلے
آ گئے بحر رضا شاہِ ہدٰا کے سامنے
عرض کی پانی کسی قیمت پر لانا ہے مجھے
پیاس سے تڑپے سکینہؑ اور میرے سامنے
ہائے کیسا ظلم ہے پیاسے رہیں یہ نونہال
اور نہر علقمہ پانی سے چھلکے سامنے
شاہ نے حسرت بھری نظروں سے دیکھا بھائی کو
آ گیا منظر نہ جانے کیا نظر کے سامنے
ہائے کوئی دیکھتا عباسؑ کی وہ بے بسی
بہ گیا جب مشک سے پانی نظر کے سامنے
چھد گیا مشکیزہ، بازو ہوگئے دونوں قلم
تھی سکینہؑ منتظر خیمہ کے در کے سامنے
اے مجاہد جب نہیں اشعار میں حسن کلام
کھولتے ہو کیوں زبان اہل نظر کے سامنے

حسینؑ تم پہ جو ایمان لا نہیں سکتا

مجاہد لکھنوی

حسینؑ تم پہ جو ایمان لا نہیں سکتا
قسم خدا کی وہ جنت میں جا نہیں سکتا
جو شہہ کے نام پہ پانی پلا نہیں سکتا
قریب ساحل کوثر وہ آ نہیں سکتا

اگر حسینؑ کی مرضی نہ ہو تو سجدے سے
خدا گواہ نبیؐ سر اٹھا نہیں سکتا
ہزار لے کے علم جائے کوئی میداں میں
مگر علیؑ کی جو منزل ہے پا نہیں سکتا
بڑے بڑے ہیں بہادر نبیؐ کے لشکر میں
ذرا کوئی درِ خیبر ہلا نہیں سکتا
سمجھ رہے تھے پیمبرؐ بھی جنگ کی صورت
سوا علیؑ کے کوئی فتح پا نہیں سکتا
زباں پہ نادِ علیؑ آگیا محمدؐ کے
کہ اور کوئی تو بگڑی بنا نہیں سکتا
حسینؑ آپ کا مِل جائے آستاں جس کو
جبیں وہ غیر کے در پہ جھکا نہیں سکتا
بن زیاد پہ الزام قتل شہہ رکھ کر
کوئی یزید کا دامن بچا نہیں سکتا
رہے گا روزِ ابد تک یہ مجلس و ماتم
غمِ حسینؑ زمانہ مٹا نہیں سکتا
خدا گواہ تمہاری طرح حسینؑ کوئی
رہِ خدا میں بھرا گھر لٹا نہیں سکتا
مجھے بھی لے چلو اصغرؑ کے یہ اشارے تھے
میں جنگ کے لئے مقتل میں جا نہیں سکتا
پدر کے قبضہ میں ہو جس کے چشمۂ کوثر
وہ پیاسی بیٹی کو پانی پلا نہیں سکتا
حسینؑ ہی کی یہ ہمت تھی ورنہ اور کوئی
جوان بیٹے کا لاشہ اٹھا نہیں سکتا
برہنہ سر ہے بہن سامنے دمِ آخر

ردا بھی اُٹھ کے برادر اُڑھا نہیں سکتا
مجاہد اپنا تو ایمان ہے غم سرور
کوئی ہمارے قدم ڈگمگا نہیں سکتا

جو راہبر نہ ملے راستہ نہیں ملتا

مجاہد لکھنوی

جو راہبر نہ ملے راستہ نہیں ملتا
بغیر آل نبیؐ کے خدا نہیں ملتا
درِ نجف پہ جھکا کر جبین دیکھو تو
اس آستانہ سے سائل کو کیا نہیں ملتا
علیؑ کا ذکر ہے ذکر رسولؐ، ذکر خدا
کسی کے نام سے یہ سلسلہ نہیں ملتا
اُحد میں، بدر میں خیبر میں، فتح کا حامل
سوا علیؑ کے کوئی دوسرا نہیں ملتا
علیؑ کی کرلو زیارت جو شوق ہے موسیٰؑ
کہ کوہِ طور پہ نورِ خدا نہیں ملتا
پڑے جو وقت، پکاریں رسولؐ بھی جس کو
علیؑ سا کوئی بھی، مشکل کشا نہیں ملتا
برائے نُصرتِ حق جائے عمر سے لڑنے
بہادر ایسا علیؑ کے سِوا نہیں ملتا
کہا نبیؐ نے کہ سلمان اہلبیت میں ہیں

کسی کو اور یہ کیوں مرتبہ نہیں ملتا

ہوس علم کی بہت سے دلوں میں ملتی ہے
دلیری، حوصلہ اور ولولہ نہیں ملتا

برابری تو علیؑ کی بہت سے کرتے ہیں
مگر کسی کا کوئی معجزہ نہیں ملتا

خدا کے گھر میں ولادت بھی اور شہادت بھی
جہاں میں ایسا کوئی حق نما نہیں ملتا

حسینؑ ڈھونڈنے نکلے ہیں لاش اکبرؑ کی
نظر میں نور نہیں، راستہ نہیں ملتا

اُٹھا کے گود سے بچے کو بھیج دے رَن میں
سوا رباب کے یہ حوصلہ نہیں ملتا

گلے ہزار کٹے حق کی راہ میں لیکن
چھدا جو تیر سے ایسا گلا نہیں ملتا

سکینہؑ باپ سے ملنے چلی ہے مقتل میں
اندھیرا بن ہے پدر کا پتہ نہیں ملتا

اُٹھائے دین خدا کے لئے جو اتنے ستم
کوئی بھی عابدؑ بیمار سا نہیں ملتا

مجاہد ہم کو وہ مجلس بھلی نہیں لگتی
جہاں پہ ذکر شہہ کربلا نہیں ملتا

مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

مجاہد لکھنوی

مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
جس نے سر تیری چوکھٹ پہ خم کردیا
بندگی کا سلیقہ اُسے آگیا
الاماں زیرِ خنجر وہ سجدہ ترا
رو کے احمدؐ نے جنت سے دی یہ صدا
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
جو تیرے نقش پا پر ہوا گامزن
اُس کو ہو کیا بھلا خوفِ دار و رسن
وہ سکھایا ہے مرنے کا تو نے چلن
دے دیا موت کو زیست کا بانکپن
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
کیوں فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا
روزِ عاشور عالم پہ روشن ہوا
کند خنجر تلے رکھ کے سوکھا گلا
تو نے انسانیت کا بھرم رکھ لیا
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
زندگی کو سپردِ خدا کردیا
جو فنا تھی اسی کو بقا کردیا
اس طرح حق سے وعدہ وفا کردیا

ہر خوشی کو رضائے خدا کردیا
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

بک رہا تھا سرِ عام جب آدمی
حق و باطل کی پہچان تھی مٹ گئی
دے کے قربانی تو نے جواں لال کی
بخش دی دین کو اک نئی زندگی
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

جس طرح سے ہے ذات خدا کو دوام
جیسے باقی جہاں میں ہے اُس کا کلام
روزِ عاشور تو کر گیا ہے وہ کام
مٹ سکے گا نہ تا حشر تیرا بھی نام
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

پھر رہا ہے نگاہوں میں منظر ابھی
لاشِ کڑیل جواں عالم جاں کنی
تیری ہمت پہ قربان ابنِ علیؑ
قلب اکبرؑ سے تو نے سناں کھینچ لی
مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

مجاہد لکھنوی

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
ہائے جنگ کا وہ سناٹا وہ پرہول فضا

اور ایسے میں کسی دُکھ بھرے دل کی وہ صدا
جیسے بچھڑی ہوئی اولاد کو ڈھونڈے کوئی ماں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
تم گئے جب سے عجب حال ہے بیٹا میرا
کوئی صورت سے نہیں قلب سنبھلتا میرا
گود اُجڑی ہے نظر آتا ہے جھولا ویراں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
خود بخود ہاتھ اُٹھے جاتے ہیں لینے کو تمہیں
کب سے بے چین ہوں میں لوریاں دینے کو تمہیں
ہوگئی رات بس اب گود میں آؤ میری جاں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
کس کی آغوش میں ہے اس بن میں بسائی بیٹا
نیند کس طرح مجھے چھوڑ کے آئی بیٹا
ماں کو بھی پاس بلا لو وہیں سوتے ہو جہاں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
زخم گردن کا خدا جانے دُھلایا کہ نہیں
جسم سے خون بھرا کرتا وہ اُتارا کہ نہیں
کیا لہو زخم سے ناوک کے ابھی تک ہے رواں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
کیا بتائیں جو ستم ہم نے اُٹھائے بیٹا
خیمے سب آ کے لعینوں نے جلائے بیٹا
دیکھو جھولے سے تمہارے ابھی اُٹھتا ہے دھواں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
صبح ہوگی تو خدا جانے ستم کیا ہوگا
یہ سنا ہے کہ نئے دیس میں جانا ہوگا

چھوٹ کر قید سے کیا جانے کب آتا ہو یہاں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
بین اک غم زدہ مادر کے مجاہد لکھ کر
کردیا تو نے عزاداروں میں برپا محشر
شورِ گریہ ہے بن آثار قیامت کے عیاں
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

روناغم حسینؑ میں یوں کام آ گیا

مجاہد لکھنوی

رونا غم حسینؑ میں یوں کام آ گیا
کوثر کا میرے ہاتھ بھی اک جام آ گیا
کہتے ہیں مجھ کو لوگ غلام ابوتراب
قنبر کے ساتھیوں میں مرا نام آ گیا
جتنی بھی مشکلات تھیں آسان ہوگئیں
جس دم علیؑ کا لب پہ مرے نام آ گیا
نوکِ سناں پہ سر نہیں سبطِ رسولؐ کا
اک آفتاب ہے کہ لب بام آ گیا
کیسا شباب بچپن بے شیر کا ابھی
آغاز ہی ہوا تھا کہ انجام آ گیا
پائی خدا کے دین نے اک تازہ زندگی
جب کربلا میں رہبر اسلام آ گیا

مرنے کے بعد اُس کو ملی دائمی حیات
جو شہہ کے ساتھ روزِ دہم(۱۰) کام آ گیا
فرطِ خوشی سے ہوگیا قاسمؑ کا رنگ سرخ
محضر میں جب سُنا کہ مرا نام آ گیا
بدلے پیامِ شادی کے اکبرؑ کے واسطے
کرب و بلا میں موت کا پیغام آ گیا
آئی ندا کہ کھول دو رضواں درِ جناں
حرُ بڑھ کے سوئے شاہ جو دو گام آ گیا
سونگھی اٹھا کے خاک زمیں سے حسینؑ نے
اُترے یہ کہہ کے مرکز آلام آ گیا
کرب و بلا میں آگئے سر ننگے انبیاؑ
عاشور کو جو عصر کا ہنگام آ گیا
کٹتے ہی سر حسینؑ کا مقتل میں تیغ سے
خیمے جلانے لشکر بدنام آ گیا
زنجیر سے اُلجھتا ہوا قافلے کے ساتھ
میرا امام کوفے سے تا شام آ گیا
سن کر کلام تیرا مجاہدؔ یہ بولے سب
یہ کون آج شاعرِ گمنام آ گیا

لوری دیتی تھی شب عاشور مادر سو رہو

مجاہد لکھنوی

لوری دیتی تھی شب عاشور مادر سو رہو
آخری شب ہے مرے ششماہے اصغرؑ سو رہو

کل نہ جانے تم کہاں ہو ہم کہاں اے میرے لال
آج تو آرام سے پہلو میں دلبر سو رہو

خیمۂ انصار میں ہیں جنگ کی تیاریاں
سو رہو تم سو رہو، اے جانِ مادر سو رہو

قاسمؑ و عباسؑ و اکبرؑ ہوں گے مصروفِ جدال
تم تو کمسن ہو، کرو گے کیا ہمک کر سو رہو

دیکھو مقتل میں نہ جانا ماں کو تنہا چھوڑ کر
دشمنوں میں حرملہ سا ہے ستمگر سو رہو

شہ یہ کہتے تھے تمہارا نام بھی محضر میں ہے
میں جیوں گی کس طرح تم سے بچھڑ کر سو رہو

آج تو ہے دل کو اطمینان اکبرؑ ساتھ ہیں
پاسبانی پر ہیں عباسؑ دلاور سو رہو

کل خدا جانے کس عالم میں ہوں سب اہلحرم
کوئی وارث ہو کہ ہو باقی نہ سر پر سو رہو

ہو سکینہؑ پاس جھولے کے تمہارے یا نہ ہو
آج کی شب ہے تمہارے پاس خواہر سو رہو

پھر نہ شاید یوں تمہیں کوئی پکارے پیار سے
جانے کس عالم میں ہو ماں سے بچھڑ کر سو رہو

رات آخر ہوگئی نزدیک ہے صبح دَہم
سو رہو، کچھ دیر تو اے میرے دِلبر سو رہو

بعد اصغرؑ بھی مجاہد تھا یہی بانو کا حال
رات آتی تھی تو یہ کہتی تھیں اکثر سو رہو

الوادع، الوداع، الوداع اے حسینؑ

مجاہد لکھنوی

الوادع، الوداع، الوداع اے حسینؑ

یہ صدائے فضاں اور یہ مجلسیں
ماتم و نوحہ اور غم کی یہ زینتیں
چاہتا ہے یہ دل یونہی قائم رہیں
آہ پھٹتا ہے دل کس طرح یہ کہیں

پھر کہاں ہوں گی یہ بزم آرائیاں
پھر کہاں یہ عالم اور یہ غم کے نشاں
پھر کہاں غم کی یہ مجلسیں پھر کہاں
پھر کہاں ہونگی شب کی یہ بیداریاں

مجلسوں کی یہ مصروفیت پھر کہاں
روز و شب کی یہ مشغولیت پھر کہاں
زندگی کی یہ موزونیت پھر کہاں
تو نہیں تو یہ مقبولیت پھر کہاں
بزم ہستی ترے بعد ہوگی اداس
صبح کی کوئی امید، شب کی نہ آس
کیا کرینگے کہ ہوگی ہر اک سمت یاس
ہم تو گھبرا کے ہوجائینگے بے حواس

میرے مہمان ہے آخری یہ سلام
تجھ پہ قربان ہے آخری یہ سلام
شاہِ ذی شان ہے آخری یہ سلام
دل ہے ویران ہے آخری یہ سلام

مومنو! غم کی یہ آخری رات ہے
دیدۂ نم کی یہ آخری رات ہے
اشک پیہم کی یہ آخری رات ہے
شہہ کے ماتم کی یہ آخری رات ہے

بخش دے ہوگئی ہو جو کوئی خطا
حق خدمت نہ ہم سے ادا ہوسکا
غم یہی ہے نہ جی بھر کے ماتم کیا
تیری خاطر نہ کیوں اپنا سر دے دیا

گر جئے سال بھر پھر کریں گے یہ غم
روئیں گے پھر ترے غم میں مل کر ہم
اور اگر مر گئے تو یہ ہوگا الم
ہائے افسوس جی بھر کے روئے نہ ہم

الوداع اے حسین، اے حسین الوداع
الوداع اے شہہ مشرقین الوداع
بنت احمدؐ کے اے نورِ عین الوداع
ہے مجاہد کے لب پر یہ بین الوداع

کسے ناصر ملے ایسے شہہ دل گیر سے پہلے

تجمل لکھنوی

کسے ناصر ملے ایسے شہہ دل گیر سے پہلے
وفا کی لاج رکھ لی مر گئے شبیرؑ سے پہلے
بڑی شرمندگی ان کو ہوئی میدان خیبر میں
علم لے کے جو نکلے شاہِ خیبر گیر سے پہلے

سند قرآں کی اہلبیت کے حق میں بتاتی ہے
یہ طاہر تھے نزول آیہ تطہیر سے پہلے
پتہ چلتا ہے یہ انجام حر سے دیکھ لے دنیا
درِ جنت نہیں ملتا درِ شبیرؑ سے پہلے
شہید راہِ حق اکبرؑ ہوئے بے شیر سے پہلے
کلیجہ شہہ کا تھا نوکِ سناں پر تیر سے پہلے
کہا اکبرؑ سے شہہ نے مجھ کو کیوں مجبور کرتے ہو
رضا مرنے کی مانگو زینبؑ دلگیر سے پہلے
رجز پڑھ کر علی اکبرؑ نے لشکر پر کیا حملہ
کھلے جو ہر زباں کے جوہر شمشیر سے پہلے
صدا اکبرؑ کی جب آئی مدد کو آیئے بابا
گریں غش کھا کر زینبؑ بانوئے دلگیر سے پہلے
عزاداروں کے اشکوں کیلیئے رومالِ زہراؑ ہے
کہاں یہ قدر و قیمت تھی غم شبیرؑ سے پہلے
غم سرور دیا حق نے تجمل شکر لازم ہے
بڑی دولت عطا کی خلد کی جاگیر سے پہلے

حسینیت نے بنیادِ بہارِ بے خزاں رکھ دی

ہزار لکھنوی

حسینیت نے بنیادِ بہارِ بے خزاں رکھ دی
نگاہوں سے گرا کر زیست کی ہر داستاں رکھ دی

وہاں کی خاک اب تک سجدہ گاہِ جن و انساں ہے
حسین ابن علی نے اپنی پیشانی جہاں رکھ دی
قیامت تک صدا گونجے گی اب اللہ اکبر کی
برستے تیروں میں سرور بے بنیادِ اذاں رکھ دی
وہ خطبہ پڑھ دیا زینبؑ نے دربارِ یزیدی میں
ہلا کر جس نے بنیادِ زمین و آسماں رکھ دی
پئے تعظیم رومالِ جناب فاطمہ زہراؑ
غم سرور نے پلکوں پر سجا کر کہکشاں رکھ دی
سکون اکبرؑ کو اپنی تشنگی سے مل گیا شاید
دہن میں باپ کے بیٹے نے جب اپنی زباں رکھ دی
جواں بیٹے کی میت اور ضعیفی کی تھکی ہمت
کبھی میت یہاں رکھ دی کبھی میت وہاں رکھ دی
علی اصغرؑ کا اندازِ سوالِ آب تو دیکھو
نہ جانے کتنے تیر اندازوں نے اپنی کماں رکھ دی
رباب آغوش پھیلائے کھڑی ہے در پہ خیمے کے
علی اصغرؑ کی میت آپ نے مولا کہاں رکھ دی
نہیں اب بیعت فاسق کا طالب کوئی عترت سے
علی اصغرؑ نے کر کے گنگ ہر اک کی زباں رکھ دی
چھنی تھیں چادریں جب زینبؑ و کلثومؑ کے سر سے
ہزار اسلام نے اس وقت پہ غیرت کہاں رکھ دی

تابع حکم حسینؑ ابن علیؑ عباسؑ ہیں

ظفر جونپوری

تابع حکم حسینؑ ابن علیؑ عباسؑ ہیں
جو تمنائے علیؑ تھی اب وہی عباسؑ ہیں

احترام خواہش نفس پیمبرؐ کی قسم
کربلا کا ایک جزوِ لازمی عباسؑ ہیں

کس کے، کس کے نور کا پرتو ہے انکی ذات میں
روشنی در، روشنی در، روشنی عباسؑ ہیں

گھر کا گھر مشکل کشا لیکن خصوصیت کے ساتھ
پہلی شخصیت علیؑ ہیں دوسری عباسؑ ہیں

لطف آتا ہی نہیں جب تک نہ ہو ذِکر وفا
اس جہت سے آبروئے شاعری عباسؑ ہیں

کہہ رہا ہے مطمئن چہرہ خدا کے شیر کا
وقت خود بتلائے گا کتنے جری عباسؑ ہیں

دشت پُرآشوب میں حسنِ نیابت کے لیے
مرتضیٰ کی آرزوئے آخری، عباسؑ ہیں

اللہ اللہ یہ وفا یہ حسن فیضانِ وفا
لشکر شبیرؑ میں اب تو سبھی عباسؑ ہیں

نہر پر قبضہ ہے لیکن نفس پر ہے اختیار
پھر تو کہیئے فاتح تشنہ لبی عباسؑ ہیں

ٹوٹتی ہے کیسے ڈھارس اس کو کیا جانیں حرم
سیّد والا کے لشکر، میں، ابھی عباسؑ ہیں
کیوں نہ ہم آخر پکاریں ان کو مشکل وقت میں
اے ظفر سرمایۂ نادِ علیؑ عباسؑ ہیں

اب نہ تو قاسمؑ ہیں نہ اکبرؑ ہیں نہ بھائی عباسؑ

تاثیر نقوی

اب نہ تو قاسمؑ ہیں نہ اکبرؑ ہیں نہ بھائی عباسؑ
سب سے پہلے مجھے کیوں موت نہ آئی عباسؑ
قبر اِن ہاتھوں سے اصغرؑ کی بنائی عباسؑ
خود جواں سال کی میت بھی اٹھائی عباسؑ
راحت جاں وہی بے شیر کی بھولی صورت
آہ! ان ہاتھوں سے مٹی میں ملائی عباسؑ
منتظر پیاسی سکینہؑ ہے در خیمہ پر
تم نے فردوس میں خود پیاس بجھائی عباسؑ
تو جو چاہے تو ابھی زیر و زبر ہو دنیا
تیرے قبضہ میں یہ ساری خدائی عباسؑ
میں پکاروں کسے اب نعش اٹھانے کے لئے
آہ! اکبرؑ نے سناں سینہ پہ کھائی عباسؑ
چھوڑ کے نرغۂ اعداء میں گئے سوئے اِرم
تم نے دنیا ہی الگ اپنی بسائی عباسؑ

تم ہی بتلاؤ مجھے، شرطِ وفا یہ تو نہ تھی
تم مجھے چھوڑ گئے، کیوں مرے بھائی عباسؑ

تو جو چاہے تو تری مشک میں دریا کھنچ آئے
تیرے قبضے میں ہے دنیا کی ترائی عباسؑ

جان پر کھیل کے خود آن وفا کی رکھ لی
تیری جرأت پہ فدا ساری خدائی عباسؑ

نام ہے آپ کا وہ شمع ہدایت، جس نے
راہ تاثیر کو جنت کی دکھائی عباسؑ

پہنچی جو قید خانے میں ہندِ نکو سیر

پہنچی جو قید خانے میں ہندِ نکو سیر
دیکھا کہ اک مریض پڑا ہے قریب دَر
روتا ہے واں کوئی تو کوئی پٹیتا ہے سر
ہاتھوں سے دل پکڑ کے پکاری وہ نوحہ گر

دِم پر بھی بن گئی مگر آفت گھٹی نہیں
تپ میں بھی اس غریب کی بیڑی کٹی نہیں

آنسو بہا کے شانہ ہلایا جو چند بار
اک بارغش سے چونک کے بولا نحیف و زار
بیکس کو کیوں جگاتی ہیں اماں پسر نثار
کیا جاں بلب ہوا کوئی معصوم دلفگار

پیدا ہوئے ہیں اشک بہانے کے واسطے
اُٹھتے ہیں ہم جنازہ اٹھانے کے واسطے

وہ بولی سب کی خیر ہے اے زار و ناتواں
میں ہوں کنیز آپ کی مادر نہیں یہاں
مشتاقِ دید آئی ہوں زنداں کے درمیاں
اتنا مجھے بتایئے اب یوسف زماں
اسم کیا ہے؟ کہا سوگوار ہے
پوچھا پدر کا، کہا بے دیار ہے

پوچھا کہاں لٹے ہو؟ کہاں حق کی راہ میں
پوچھا یہ کب؟ کہا کہ محرّم کے ماہ میں
پوچھا یہ کیوں؟ کہا کہ محبوں کی چاہ میں
پوچھا پدر کہاں ہیں؟ کہا قتل گاہ میں
پوچھا جو گھر تو رو کے کہا قید خانہ ہے
پوچھا غذا میں کیا ہے؟ کہا تازیانہ ہے

یہ کہہ کے غش ہوا جو وہ بیمار و ناتواں
روتی ہوئی وہاں سے بڑھی ہند خستہ جاں
زانو پہ سر دھرے ہوئے بیٹھی تھیں بی بیاں
تسلیم کرکے خاک پہ بیٹھی وہ قدرداں
بولی جفا پسند نہیں، حق پسند ہوں
کچھ دردِ دل سناؤ کہ میں درد مند ہوں

تم لوگ قید ہو کے جب آئے تھے ننگے سر
دیکھے تھے میں نے آنکھ سے دو سر لہو میں تر
اک فرق میں خدا کی تجلّی تھی جلوہ گر
تھی دوسرے میں شان محمدؐ کی سر بسر
اُس دم سے اضطراب میں یہ دل ملول ہے
بانو کا ایک لال شبیہ رسولؐ ہے

یہ کہہ کے پھر کنیزوں سے بولی کہ جلد جاؤ
جس سر نے میری جان نکالی ہے اُس کو لاؤ
احمدؐ کی شکل ہے کہ نہیں ان کو بھی دکھاؤ
میں غمزدہ ہوں میری مصیبت پہ رحم کھاؤ
یہ فکر ہے کہ شاہ کی حالت نہ غیر ہو
یا کبریا یا شبیہ پیمبرؐ کی خیر ہو

یہ سن کے اک کنیز گئی اُٹھ کے جلد تر
کچھ دیر بعد آکے پکاری بچشم تر
لائی تھی میں جو فرق، رُکا خود قریب در
شاید یہ وجہ ہو کہ یہاں سب ہیں ننگے سر
ایسے بھی باوفا نہیں دیکھے زمانے میں
آتا نہیں حجاب سے سر قید خانے میں

حیران ہو کے کہنے لگی ہندِ باوفا
لوگو کوئی بتاؤ کہ یہ ماجرا ہے کیا
کیسی حیا ہے کیوں نہیں آتا یہ مہ لقا
اک دخترِ یتیم نے سر پیٹ کر کہا
کس سے حجاب ہے مرے دل کو خبر یہ ہے
ہاں میں سمجھ گئی مرے عمو کا سر یہ ہے

ہندِ حزیں پکاری کہ اے کوئی جلد جاؤ
وہ دوسرا جو سر ہے اسی کو اٹھا کے لاؤ
بچی سے پھر کہا کہ میں واری ادھر تو آؤ
اپنے چچا کا نام و نسب تو ہمیں بتاؤ
وہ بولی کیا بتاؤں کہ عالم ہے کیا مرا
گھٹتا ہے دم رسن میں بندھا ہے گلا مرا

یہ ذکر تھا کہ آگیا خولی تلخ کام
لایا سنانِ ظلم پہ اک فرق لالہ فام
زندانِ شام نور سے روشن ہوا تمام
اُس سر نے دی ندا مرے بیمار السلام
گھبرا کے اہلبیت تو تعظیم کو اُٹھے
سجادؑ کانپتے ہوئے تسلیم کو اُٹھے

اُس سر سے روکے کہنے لگی ہندِ باوفا
اے سر تو بولتا ہے تو یہ بھی مجھے بتا
کس باخدا کی آل ہے کیا نام ہے ترا
کس باپ کا تو لال ہے کس ماں کا لاڈلا
کیا دخترِ رسولؐ کا لختِ جگر ہے تو
قربان جاؤں کیا مرے آقا کا سر ہے تو

چلایا کانپ کے یہ سرِ سرورِ زمن
پیاسا مرا خطاب ہے، مقتل مرا وطن
نانا مرا رسولؐ ہے، بابا ابوالحسنؑ
مسموم میرا بھائی ہے، قیدی میری بہن
احمدؐ کو رونے والی کا لختِ جگر ہوں میں
بی بی، حسینؑ بیکس و بے پر کا سر ہوں میں

غش ہوگئی یہ سنتے ہی ہندِ نکو سیر
زینب سراخی کو پکاری بچشمِ تر
نام اپنا کیوں بتا دیا یا شاہِ بحر و بر
اس کا نہیں خیال کہ زینبؑ ہے ننگے سر
پہچان کے مجھے جو وہ چادر اُڑھائے گی
میں بھی تو بنتِ فاطمہؑ ہوں شرم آئے گی

فردِ اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے

فردِ اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے
حشر کے دن یہی بخشش کے سہارے ہوں گے

قبر میں چین سے سوئیں گے عزادار حسینؑ
آنکھ کھولیں گے تو کوثر کے کنارے ہوں گے

قافلہ خلد کی جانب جو بڑھے گا اپنا
راہبر حضرت عباسؑ ہمارے ہوں گے

اہل ماتم کو بھلا روک سکے گا کوئی
بابِ جنت پہ جو زہراؑ کے دُلارے ہوں گے

کن تمناؤں سے اٹھارہ برس زینبؑ نے
کیسے دن زیست کے لیلیٰ نے گزارے ہونگے

اس کو اک ماں ہی سمجھ سکتی ہے بعد اکبرؑ
کیسے دن زیست کے لیلیٰ نے گزارے ہوں گے

دل کا کیا حال ہوا ہوگا علی اکبرؑ جب
لے کے مرنے کی رضا رن کو سدھارے ہونگے

ماں کو شادی کے تھے ارمان بہت، تھی نہ خبر
یہ جواں ہونگے، تو اللہ کو پیارے ہوں گے

رولو آج ہاتھوں سے سر پیٹ کے اصغرؑ کو رباب
کل کو رسّی سے بندھے ہاتھ تمہارے ہوں گے

جام اشکوں کے لیے کرب و بلا تک پہنچو
دیکھتے راہ وہاں پیاس کے مارے ہوں گے

نعمت غمِ شبیرؑ کی گر تجھ کو خدا دے

نعمت غم شبیرؑ کی گر تجھ کو خدا دے
دنیا کو پیامِ شہہ مظلوم سنا دے
ماتم کی صدا سے دل باطل کو ہلا دے
پردہ جو نگاہوں پہ ہے دنیا کو اٹھا دے
گھر گھر میں صفِ ماتم شبیرؑ بچھا دے

ہے مرد وہی کر کے جو وعدہ کو نبھا دے
اک سر کی ضرورت ہو بہتر (۷۲) کا گلا دے
بازوئے علم دار دے، بہنوں کی ردا دے
جو کچھ بھی ہو سب راہِ محبت میں لٹا دے
اتنا دے کہ بدلے میں خدا سوچے کہ کیا دے

دنیا میں سدا بن کے رہو حق کے پیامی
ظالم کے مخالف رہو مظلوم کے حامی
اعمال کو کھا جاتی ہے ایمان کی خامی
ہر ایک کو ملتی نہیں سرورؑ کی غلامی
دولت یہ میسر ہے اُسے جس کو خدا دے

حق کیا ہے زمانے کو بتاتے ہوئے نکلو
پردۂ رُخ باطل سے ہٹاتے ہوئے نکلو
جاگے ہوئے فتنوں کو سلاتے ہوئے نکلو
سوتے ہوئے ذہنوں کو جگاتے ہوئے نکلو
نعرہ وہ کرو کفر کی دیوار کو ڈھا دے

کوثر غم سرورؑ میں، لٹاتے ہوئے نکلو
روتے ہوئے دنیا کو، رُلاتے ہوئے نکلو
مظلوم کا پیغام، سناتے ہوئے نکلو
عباسؑ کے پرچم کو، اُٹھاتے ہوئے نکلو
ہر نقش قدم راہِ حقیقت کا پتہ دے

بتلاؤ کہ شبیرؑ سا رہبر نہ ملے گا
کونین میں ان کا کوئی ہم سر نہ ملے گا
سردارِ جناں ساقیٔ کوثر نہ ملے گا
اس در کے سوا اور کوئی دَر نہ ملے گا
جس دَر پہ فرشتہ بھی گدا بن کے صدا دے

ممکن نہ ہوا کرکے جو سرورؑ نے دکھایا
خوش نودیٔ مولا میں بھرے گھر کو لٹایا
اکبرؑ کو اُٹھایا کبھی اصغرؑ کو سلایا
شبیرؑ نےؑ سر دے کے زمانے کو بتایا
زندہ ہے وہی موت کی گردن جو جھکا دے

بڑھتے ہوئے باطل کے قدم تورنے والے
ایوانِ تکبّر کے صنم توڑنے والے
اے تشنہ دہاں خاک پہ دم توڑنے والے
حیران ہیں خود تجھ پہ ستم توڑنے والے
ہے کون، تہہ تیغ جو اُمت کو دعا دے

یہ صبر یہ ضبط اور یہ ہمت نہیں دیکھی
انساں کی یہ معراج، یہ عظمت نہیں دیکھی
جزُ تیرے کسی میں بھی یہ جرأت نہیں دیکھی
حیدرؑ کی قسم ہم نے یہ قوت نہیں دیکھی
قلّت سے جو کثرت کے ارادوں کو مٹا دے

کہنے کو مسلمان تھے وہ ظلم کے بانی
مہمان بلا کر نہ دیا شاہ کو پانی
مٹی میں ملا دی علی اکبرؑ کی جوانی
ہم شکل پیمبرؐ تھا وہ شبیرؑ کا جانی
تصویر کا یہ رُخ بھی زمانے کو دکھا دے

چہرے پہ ملے خون قدم تیز بڑھائے
اک ننھی سی میّت کو کلیجے سے لگائے
یہ کون چلا جاتا ہے گردن کو جھکائے
ماں در پہ ہے خیمے کے کہیں دیکھ نہ پائے
فضہ سے کہو خیمے کے پردے کو گرا دے

نظر اُٹھے تو ذرا روشنی کی منزل میں

نظر اُٹھے تو ذرا روشنی کی منزل میں
تجلیاں ہیں بہت زندگی کی منزل میں
کھُلے گی طاعت حق بندگی کی منزل میں
قسم خدا کی وصی نبیؐ کی منزل میں
نہ آسکے گا کوئی بھی علیؑ کی منزل میں

مگر حسینؑ ہیں انوارِ چہرۂ داور
رئیس خلد بریں، ابن ساقیٔ کوثر
یہ کربلا کے بہادر، وہ فاتح خیبر
امام دونوں ہیں اور دونوں شافعِ محشر
کہاں ہیں ایسے سفینے کسی کی منزل میں

شکن جبین کی جو دیکھی تو لشکری بھاگے
ہوئی وہ شام کے لشکر میں ابتری بھاگے
پڑی تھی جسموں میں کچھ ایسی تھرتھری بھاگے
مقام جنگ سے ڈر ڈر کے خیبری بھی بھاگے
علیؑ کا شیر جب آیا علیؑ کی منزل میں

مقام ظلم میں ثابت قدم شہہ صفدر
شہید کرب و بلا اور کشتۂ خنجر
حسینؑ ابن علیؑ ابن ساقیؑ کوثر
ترا جواب نہ تاریخ میں ملا سرور
ہنسی لبوں پہ رہی بے بسی کی منزل میں

یہ رنج و غم، یہ عبادت، یہ پیاس، یہ سجدہ
بوقت عصر جو تھی کربلا بنی کعبہ
وفورِ نور یہ ہے جیسے بارشِ جلوہ
نظر سے دیکھ رہی ہے حسینؑ کا چہرہ
شریعت نبوی روشنی کی منزل میں

رُخ حسین پہ وہ سرخی شہادت ہے
زمین و عرش لرزتے ہیں اک قیامت ہے
ستم کو خود ہی جفا کاروں سے شکایت ہے
کمانیں سہمی ہوئی تیروں کو ندامت ہے
ہنسا صغیر مگر بے کسی کی منزل میں

ستم شعار نہ عباسؑ کی طرف دیکھیں
لہو ذاتِ کے ساحل کو چھوڑ کر بھاگیں
صفوں کو توڑ کے دوبارہ اب کہیں ٹھہریں
جفا و جور کی اٹھیں نہ اب کہیں موجیں
علیؑ کا شیر ہے تشنہ لبی کی منزل میں

چراغ جس نے عبادت کے کردیئے روشن
کئے وہ سجدے کے ذرّوں میں کھل گئے گلشن
علیؑ کے لاڈلے بیٹے حسینؑ شاہِ زمن
ہے لا الٰہ کی صورت تیری جبیں کی شکن
ہے برقِ طور توہی تیرگی کی منزل میں

کہا عباسؑ نے اک آن میں نقشہ پلٹ جائے

کہا عباسؑ نے اک آن میں نقشہ پلٹ جائے
ہو اذنِ شہہ تو ہر علقمہ لاشوں سے پٹ جائے
علمدار حسینی ہوں اجازت شہہ کی گر پاؤں
کروں وہ جنگ، جنگ خیبری ذہنوں سے ہٹ جائے
لعین یہ کہہ کے بھاگے نہر سے، وہ شیر آتا ہے
نگاہ قہر سے جو دیکھ لے، دریا سمٹ جائے
نگاہِ غیظ سے ان کی، لرز جاتا ہے سورج بھی
یہ اُلٹیں آستیں تو، دہر کا طبقہ اُلٹ جائے
علیؑ کے شیر سے ٹکرائے فوج ظلم، ناممکن
اگر آئے اجل بھی سامنے تھرا کے ہٹ جائے
حسینی ہوں مرے قدموں کو جنبش ہو نہیں سکتی
پلٹتا ہے جو دنیا کی ہوا کا رُخ پلٹ جائے
یہ حسرت ہے ثنائے مرتضیٰؑ میں غیر کے ہاتھوں
زباں میری بھی مثل میثم تمار کٹ جائے

خدا ہی جانے اس کا حشر کیا ہوگا سر محشر
فسانے کی طرح سے جو کلام پاک رٹ جائے
نبیؐ سے کون باتیں کرتا تھا ہوجائے یہ ظاہر
یہ پردہ درمیاں سے گر شب معراج ہٹ جائے
جو بچہ گھٹنیوں چلنے نہ پائے روزِ عاشورہ
قضا کے سامنے وہ مسکرائے اور ہٹ جائے
یہ عظمت ہے کہ آنکھیں بند کرلیں چاند سورج بھی
جو مقنع زینبؑ وکلثومؑ کے ماتھے سے ہٹ جائے
دُعا خالق سے اُٹھتے بیٹھتے کرتا ہوں یہ اصغر
نبیؐ کی آل ہی کا ذکر ہو اور عمر کٹ جائے

لاش اکبرؑ اُٹھا رہے ہیں حسینؑ

سیّد علی سچے رضوی

لاش اکبرؑ اُٹھا رہے ہیں حسینؑ
دل کی قوت دکھا رہے ہیں حسینؑ
دل کی راہوں پہ آنسوؤں کے چراغ
کر لو روشن کہ آرہے ہیں حسینؑ
جس جگہ رکھ رہے ہیں پیشانی
فخر کعبہ بنا رہے ہیں حسینؑ
لڑکھڑائے ہیں انبیاء کے قدم
جس جگہ مسکرا رہے ہیں حسین

کر کے حجت تمام اعدا سے
زورِ حیدرؓ دکھا رہے ہیں حسینؑ

دو صدا ہو کہاں علی اکبرؑ
ٹھوکریں رَن میں کھا رہے ہیں حسینؑ

آنکھ کھولو پدر کا حال ہے غیر
اُٹھو اکبرؑ جگا رہے ہیں حسینؑ

جاؤ خیمہ میں جاؤ اے زینبؑ
لاش اکبرؑ کی لا رہے ہیں حسینؑ

آہ کرتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں
کس کا لاشہ اُٹھا رہے ہیں حسینؑ

چن کے قاسم کے لاش کے ٹکڑے
اپنے دامن میں لا رہے ہیں حسینؑ

ماں کہاں ہے دلہن کہاں ہے چھپی
ساتھ دولہا کے آرہے ہیں حسینؑ

زلزلے میں ہے کیوں زمیں شاید
قبر اصغرؑ بنا رہے ہیں حسینؑ

رہنے کے لئے دل میں ہے شبیرؑ کی صورت

رہنے کے لئے دل میں ہے شبیرؑ کی صورت
آئینہ بدلتا ہے تصویر کی صورت

حسنینؑ و نبیؐ حیدرؑ و زہراؑ ہیں کساء میں
تفسیر کے پیکر میں ہے تطہیر کی صورت

قربانیٔ شبیرؑ خلیلؑ آپ بھی دیکھیں
یوں خواب کو مل جاتی ہے تعبیر کی صورت

کیا جھپٹے ہیں دشمن پہ حبیب ابن مظاہر
جو مثل کماں تھے وہ گئے تیر کی صورت

اب اور نہ دنیا میں خلیلؑ، اور نہ شبیرؑ
ہر خواب دکھاتا نہیں تعبیر کی صورت

ھَلْ مِنْ کی صداؤں پہ مچلتے تھے جو اصغرؑ
ماں دیکھ کے رہ جاتی تھی بے شیر کی صورت

جب آیا ہے سجادؑ کے قدموں کا تصور
اشکوں میں اُتر آئی ہے زنجیر کی صورت

کیا آئے سکوں دل کو مرے کہتی تھی بانو
آنکھوں میں پھرا کرتی ہے بے شیر کی صورت

ایسی تھی کہ شوہر نے بھی جب آئی ہیں گھر میں
پہچانی نہیں زینبؑ دل گیر کی صورت

باطل کی فضاؤں میں وصیِ حق کے فدائی
حر بن کے بدل دیتے ہیں تقدیر کی صورت

گھر میں تھیں شاہ کے جو کنیزانِ نیک نام

نسیم امروھی

گھر میں تھیں شاہ کے جو کنیزانِ نیک نام
شیریں تھی ان میں ایک گل اندام خوش کلام

بانو کے گھر میں اُس نے وہ پیدا کیا مقام
جو خدمت بتولؑ میں فضہ کا احترام
اس نیک دل نے ان کا جو دل شاد کردیا
یہ حریت پسند تھیں آزاد کردیا

ہونے لگی حرم سے جو رخصت وہ باوقار
بانو کو دیکھ دیکھ کر روتی تھی زار زار
کرتی تھی شہہ سے عرض یہ رو رو کے بے قرار
اس گھر سے ایک شرط پہ جاتی ہے خاکسار
وعدہ کریں حضور مرے گھر پہ آئیں گے

بولے اک آہ بھر کے شہنشاہِ مشرقین
اچھا سدھارو بی بی کبھی آئے گا حسینؑ
وہ بولی اور سب حرم شاہِ مشرقین
خالق نے کی ہے ان کی زیارت بھی فرض عین
ہمسائیاں سر آنکھوں پہ سب کو بٹھائیں گی
حضرت نے سر جھکا کے کہا یہ بھی آئیں گی

خوش ہوگئی یہ سن کے جو شیریں باوفا
پھیلا کے گود دلبر زہراؑ کو دی دُعا
چلنے لگی تو شہہ نے یہ بانو کو دی ندا
پوشاکِ و زادِ راہ اسے کیجیے عطا
خلعت بھی ایک دیجیے اس دل ملول کو
اک دن ردائیں دے گی یہ آل رسولؐ کو

اک دن سنا کہ آتے ہیں اس درد کے طبیب
ہے کاروانِ قبلۂ عالم بہت قریب
دل میں کہا کہ کھل گئے قسمت ترے نصیب
وعدہ وفائی کے لئے آئے مرے حبیب

دیکھو یہ مرحمت کی نظر اہلبیتؑ کی
آمد ہے مجھ غریب کے گھر اہلبیتؑ کی

ناگاہ گھر میں آکے کسی نے یہ دی خبر
آیا قریب قافلۂ شاہِ بحر و بر
شاید کسی جہاد سے آتے ہیں شہہ ادھر
ہمراہ کچھ اسیر ہیں کچھ سر لہو میں تر
خوش ہو کے وہ پکاری یہ ہر اک فدائی کو
لوگو! حسینؑ آئے، چلو پیشوائی کو

سامانِ نذر لے کے وہ گھر سے ہوئی رواں
آئی درونِ قلعہ تو دیکھا عجب سماں
ناقوں پہ سر کھلے ہوئے چند بیبیاں
ہے اک مریض بستۂ زنجیر ساربان
رسّی میں کچھ بندھے ہوئے بچے نڈھال ہیں
رخسار گل رخوں کے طمانچوں سے لال ہیں

حیران ہو کے رہ گئی شیرین باوفا
پوچھا یہ ساربان سے بڑھ کر کہ میں فدا
کس جرم پر امامؑ نے تم کو یہ دی سزا
شکلیں تو کہہ رہی ہیں کہ تم سب ہو بے خطا
اللہ کس سبب سے یہ قید شدید ہے
بے پردگی کا حکم تو شہہ سے بعید ہے

بولا اک آہ بھر کے وہ بیمار و نیم جاں
بی بی اماں کا یہ نہیں لشکر گراں
قیدی ہیں میر شام کے ہم زار و ناتواں
غش ہوگیا یہ کہہ کے نقاہت سے ساربان
ناقے رُکے تو ظلم ہوئے بے گناہ پر

ذرّے پڑے حسینؑ کے نورِ نگاہ پر

شیریں تڑپ کے رہ گئی آنسو ہوئے رواں
بولی یہ بیبیوں سے بصد نالہ و فغاں
لوگو! بتاؤ کچھ خبر سرورؑ زماں
تم کس جگہ سے آئے ہو شبیرؑ ہیں کہاں
یارب پھر ایک بار میں سرور کو دیکھ لوں
عابدؑ کو دیکھ لوں، علی اکبرؑ کو دیکھ لوں

میں نے سنا تھا لاتے ہیں تشریف شاہِ دیں
کیا راہ میں امام اُمم رُک گئے کہیں
بولی دبی زبان سے یہ زینبؑ حزیں
ہم خود ہیں نیم جاں ہمیں اپنی خبر نہیں
شیریں صدا کو سن کے عرق میں نہا گئی
کانوں میں اک سنی ہوئی آواز آگئی

سر پیٹ کے پکاری وہ آفت کی مبتلا
بی بی نہ منہ چھپایئے، پہچان لے خدا
چہرے سے اب تو بال ہٹا دیجیئے ذرا
لونڈی ہوں میں تو آپ کی مجھ سے حجاب کیا
یا کبریا! میں جاگتی ہوں یا کہ خواب ہے
بانو کے دشمنوں کی یہ حالت خراب ہے

بنت علیؑ پکاری کہ بے جا ہے یہ گماں
بانو کہاں؟ یہ قیدی دام بلا کہاں
میں اک کنیز فاطمہؑ اور وہ شہہ زماں
اُن کا پسر امامؑ، مرا لال ساربان
وہ کہتی ہے کہ آپ تو بانو ضرور ہیں
حیرت یہ ہے کہ سبط پیمبرؐ سے دور ہیں

زینبؑ کا یہ بیان ہے بانو نہیں ہوں میں
بانو کی اور شان ہے بانو نہیں ہوں میں
اُن کا پسر جوان ہے بانو نہیں ہوں میں
میری اکیلی جان ہے بانو نہیں ہوں میں
ان کی تو گود میں چھ مہینے کا لال ہے
بچے کو چھوڑ دے کوئی ماں یہ محال ہے

بی بی میں ہاتھ جوڑتی ہوں مجھ پہ رحم کھاؤ
بی بی کی درد مند ہوں میں درد دل سناؤ
لونڈی نثار نام نہ اپنا تو اب چھپاؤ
مولا مرے کہاں گئے لِلّٰہ کچھ بتاؤ
لِلّٰہ یہ عرض ہو قبول کنیز امام کی
تم کو قسم حسین علیہ السلام کی

رو کر پکاری دختر زہرؑا بہ قلب زار
بھائی کی دے نہ مجھ کو قسم بہر کردگار
لے دل کو اب سنبھال سناتی ہوں حال زار
زینبؑ ہوں میں حسینؑ کی ہمشیر دلفگار
پردیس میں بہن شہہ والا سے چھٹ گئی
مقتل میں میرے بھائی کی سرکار لٹ گئی

آگے جو میرے ناقے کے ہے مرکز نظر
نیزے پہ یہ بلند مرے بھائی کا ہے سر
یہ ساربان گرا تھا جو غش کھا کے خاک پر
عابدؑ یہی ہے بانوئے ذی جاہ کا پسر
اس کے سوا ہر اک کا لہو رَن میں بہہ گیا
تنہا مریض ٹھوکریں کھانے کو رہ گیا

سر پیٹتی چلی سوئے نیزہ بہ حال زار

نیزے کے پاس آ کے پکاری وہ دلفگار
اے میرے مہمان ترے آنے کے میں نثار
وعدہ وفائی خوب کی اے شاہِ نامدار
مدت کے بعد لونڈی کو رُلوانے آئے ہو
زینبؑ کا سر کھلا مجھے دکھلانے آئے ہو

سرِ علیؑ کا سجدۂ خالق میں ضربت کے لئے

تجمل لکھنوی

سرِ علیؑ کا سجدۂ خالق میں ضربت کے لئے
حشر تک اک داغِ رسوائی ہے اُمت کے لئے
حکم ہے اللہ کا جس کو مودّت کے لئے
چن لیا امت نے ان سب کو عداوت کے لئے
گھر لٹایا، جان تک دے دی ہدایت کے لئے
اور کیا کرتے گنہ گارانِ اُمت کے لئے
حیدرؑ کرار سے ورثہ ملا اولاد کو
ہوگئی قسمت شہادت ہر امامت کے لئے
گھر میں خالق کے امیر المومنینؑ کا قتل ہو
مسجد کوفہ بنی تھی اس قیامت کے لئے
اپنے قاتل کو بھی بھجواتے ہیں شربت مصطفےٰؐ
ہائے کیا کہنے! اب اس شان مروت کے لئے
خود نہ جانے کوئی تو پھر ہے علیؑ کا کیا قصور

باب جنت کھول کے رکھے ہیں اُمت کے لئے
سجدۂ حق میں علیؑ اور سر پہ ہے قاتل کی تیغ
بندہ ایسا چاہیئے، ایسی عبادت کے لئے
تفرقہ اسلام میں پیدا نہ ہو اس واسطے
اپنا حق بھی دے دیا تنظیم ملت کے لئے
اس قدر احساں ہوں جبکہ وہ سجدہ میں جھکے
واہ اے دنیا اسی کا سر ہو ضربت کے لئے
ہے یہی عرض تجمل یا علیؑ پائین پا
اک طرف دو گز زمین میری بھی تربت کیلئے

خشک ہونٹوں پر زباں اپنی پھرا کر رہ گیا

حامد لکھنوی

خشک ہونٹوں پر زباں اپنی پھرا کر رہ گیا
شاہ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ تیر کھا کر رہ گیا
تابع حکم امامت تھرتھرا کر رہ گیا
مشکیں بھرلیں آستینوں کو چڑھا کر رہ گیا
اس کو کیا کرتا کہ پنجہ میں اجل کے تھا اسیر
نعرۂ حیدرؑ سے مرحب بوکھلا کر رہ گیا
وہ وفا کی جان تھا، اس پر وفا کو ناز تھا
خون میں اپنے جو ساحل پر نہا کر رہ گیا
کہتی تھیں صغرا، ارے او ہنسلیوں والے مرے

کیا پسند آیا کہ تو جنگل بسا کر رہ گیا
تذکرے اہل وطن میں تھے کہ اب مایوس ہیں
شاید ابن فاطمہؑ پر دیس جاکر رہ گیا
صبر سبط مصطفیٰؐ کہتا تھا ابن سعد سے
کیوں ستم کی ساری طاقت آزما کر رہ گیا
پوچھنا تھا قبر میں حامدؔ سے کچھ اس کو سوال
جب علیؑ آئے فرشتہ بوکھلا کر رہ گیا

بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے

حامد لکھنوی

بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے   کیا کروں چارہ گر نہیں آتے
بے سبب اشک بھر نہیں آتے   زخم دل کے نظر نہیں آتے

دل سے رو رو کے کہتی تھیں صغریٰ   شاہ آتے نظر نہیں آتے
عالم زور سے ہیں جو تیرہ دروں   وہ کبھی راہ پر نہیں آتے

دل ہوا ٹکڑے دیکھ کر جھولا   ماں کو اصغر نظر نہیں آتے
ہیں پریشاں ورق پہ قرآں کے   سر دربار سر نہیں آتے

کربلا آئے تھے جو یثرب سے   وہ مسافر نظر نہیں آتے
[illegible]ں پکاری رضا ملی تو چلے   علی اکبرؑ ادھر نہیں آتے

شاہ کہتے تھے رات ہوگئی کیا   رن میں اکبرؑ نظر نہیں آتے
جائیں جو چھوڑ کے وطن حامد
کیا مسافر وہ گھر نہیں آتے

شریک دعوتِ اسلام ہیں ابوطالب

نسیم امروہوی

شریک دعوتِ اسلام ہیں، ابوطالب
نبیؐ کو حق کا اک انعام ہیں، ابوطالب
حریم وحی میں اِلہام ہیں، ابوطالب
حرم کے عزم کا احرام ہیں، ابوطالب
یہ چمن کے لائے جو غنچہ، وہ پھول ہوجائے
پھر ان کی گود میں، پل کر رسولؐ ہوجائے

رسولؐ رب کے نگہبان ہیں، ابوطالب
نبیؐ ہیں دین تو ایمان ہیں، ابوطالب
نزول وحی کا عنوان ہیں، ابوطالب
بغیر لفظوں کا قرآن ہیں، ابوطالب
اُنہی کے دم سے ہوئی، ابتدائے بسم اللہ
اُنہی نے نقطہ دیا، زیر ہائے بسم [illegible]

پیمبری کی بلاؤں کا ردا، ابوطالب
مدد خدا کی ہے شکل مدد، ابوطالب
نبی کو ڈھال دم جدو کدا، ابوطالب
نشانہ ختم رسولؐ اور زد، ابوطالب
جہاد ان کا ہے، پس [illegible] جہاد علیؑ
علیؑ ہیں بعد میں ان [illegible] پہلے بعد علیؑ

نظر چرا گئی دنیا مگر، ابوطالب

کسے تھے نصرت حق پر کمر، ابوطالب
ہزاروں تیغیں تھیں اور اک پسر، ابوطالب
رکھے تھے اپنی ہتھیلی پہ سر، ابوطالب
لگن جو اُن کو نہ ہوتی، چراغ گل ہوتا
نبیؐ کا فاتحہ، قرآن کا بھی قل ہوتا

ہر ایک محل میں ہیں مشکل کا حل، ابوطالب
نبیؐ کی جرأت، عزم و عمل، ابوطالب
مخالفوں کی روش میں اٹل، ابوطالب
کہ سیل تند کی پر کنول، ابوطالب
انکے رجب سے خائف، عرب کے خودسر تھے
گنو تو فرد تھے، سمجھو تو اک لشکر تھے

انہی کے گھر میں ہیں خیرالانام، صلّی علیٰ
پسر نبیؐ کا ہے قائم مقام، صلّی علیٰ
کسے نصیب ہے یہ احترام، صلّی علیٰ
کہ ان کے خورد ہیں سارے امام، صلّی علیٰ
خطا معاف ہو یہ بھی، اگر نہیں مومن
تو پھر جہاں میں، کوئی بشر نہیں مومن

[...]نچئے یہ روایت، نہ سیرت و کردار
نبی[...]کھ سے، اب ان کو دیکھئے اک بار
یہ بارگاہ رسالت میں آپ کا تھا وقار
پچھاڑیں کھا کے، انہیں روئے احمد مختار
وہ عام حزن بنا ان کا، جب وصال ہوا
یہ غم رسولؐ کی امت میں، اک سال ہوا

کہاں ہے تنگ نظر، ہم سے بھی آنکھ ملا
ہے ان کے کفر کا دعویٰ، کچھ ثبوت بھی لا

کوئی تو رسم جہالت کی، ان کے گھر میں دکھا
بتوں کے آگے جھکا ان کا سر، سر اپنا جھکا
خدا کے نور پہ او خاک ڈالنے والے
یہ بت شکن کو ہیں، گودی میں پالنے والے

رسولؐ ان کا، بڑا احترام کرتے ہیں
صوابدید سے، تنظیم عام کرتے ہیں
سحر کو اٹھتے ہی، اوّل یہ کام کرتے ہیں
انہیں نماز سے پہلے، سلام کرتے ہیں
نبیؐ اگر کسی کافر کو، یوں سلامی ہے
تو پھر ضرور نبوت میں، کوئی خامی ہے

یہ مرنے والا گر، ایمان ہی نہ لایا تھا
تو کیا رسولؐ نے، کافر کا غم منایا تھا
زباں پہ وا ابتا بار بار آیا تھا
وہ خود بھی رُوئے تھے اوروں کو بھی رُلایا تھا
جتنا دیا تھا، کہ جو محسن رسالت ہے
تو اس کو رد نا رُلانا نبیؐ کی سنّت ہے

یہ بات اگر ہو اجازت، تو پوچھ لوں میں یہیں
حسینؑ ابن علی، کیا نہیں تجھے محسن دیں
ہم ان کو روئیں، تو پھر کیوں ہو کوئی چین بجیں
بنے تھے ان کا، تو ناقہ رسولؐ عرش نشیں
حسینؑ سوئے شہہ مُرسلین کے سینہ پر
غضب ہے، شمر کا زانو، انہیں کے سینہ پر

بگوش ہوش، کچھ اب حال کربلا سنیئے
سنا جو میرے تصور نے وہ ذرا سنیئے
بیان ہمت و صبر شہہ ہدا سنیئے

وہ آتی ہے، ملک الموت کی صدا سنیئے
ملا جو حکم، کہ سر سے نکال جان حسینؑ
کہا کہ سخت ہے، یارب یہ امتحانِ حسین

لگا ہے زخم تیر، بہہ رہا ہے سر سے لہو
بھرے ہیں خون میں، جان رسولؐ کے گیسو
قریب جاکے رکھوں، دل پہ کس طرح قابو
کہ اس لہو میں تو ہے، فاطمہؑ کے دودھ کی بو

ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال، آنکھوں میں
کہا بہن کا ہے اس دم خیال، آنکھوں میں

میں پھر ان آنکھوں پہ ڈھاؤں ستم، یہ کیا ہے ضرور
بچھڑ کے جو علی اکبرؑ سے ہوگئی، بے نور
ندا یہ آئی دہن سے نکال، جان حضور
کب دہن میں تو کانٹے پڑے ہیں، رب غفور

یہ جان بلب ستم، و جور اشقیا سے ہیں
زبان ہے سوکھی ہوئی، تین دن سے پیاسے ہیں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ، جان ان کی
کہا میں کیا کروں، گردن پہ چل رہی ہے چھری
چھری پکڑ کے یہ چلاتی ہے، کوئی بی بی
نہ ذبح کر میرے بچے کو، میں دعا دوں گی

جہاں رواں، تیرے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہ، رسالتؐ مآب ہے ظالم

ندا یہ آئی، کہ سینے سے قبض کرلے جان
کہا کہ تیروں سے چھلنی ہے، اے میرے رحمٰن
ابھی تو مار کے برچھی، ہٹا ہے اک شیطان
اور اب تو ہے، تہہ زانوئے شمر یہ قرآن

یہ کرب ہے کہ رُخِ پاک، زرد ہے یارب
تیرے حسینؑ کے سینے میں، درد ہے یارب

ندا یہ آئی، مظلومیت کے رُتبہ شناس
کمرے سے کھینچ لے، صابر کی جان بے وسواس
کہا ملک نے تڑپ کر، بہ دردِ حسرت و یاس
کمر تو ٹوٹ گئی، جب سے مرگئے عباسؑ

صدائے غیب یہ آئی، بحال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغرؑ کے، لال ہے چہرہ

یہ گفتگو تھی کہ مرجھا گیا رسولؐ کا پھول
فلک سے آگئے، روح الامین، حزین و ملول
کہا پکار کے، منہ ڈھانپ لو برائے رسولؐ
پسر کی لاش پہ کھولیں گی، اپنے بال بتولؑ

صدا یہ سن کے، اُسی سمت چل پڑی زینبؑ
تڑپ کے خیمے سے، باہر نکل پڑی زینبؑ

نسیم ادھر سے، تو قدسی کی یہ صدا آئی
اِدھر تڑپتی ہوئی بنتِ مرتضیٰؑ آئی
قریب لاش، جو خواہر بصد بکا آئی
اخی کے حلق بریدہ سے، یہ صدا آئی

کوئی بزرگ نہ اب ہے نہ خورد ہے زینبؑ
نبیؐ کی آل تمہارے سپرد ہے زینبؑ

بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے

حامد لکھنوی

بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے کیا کروں چارہ گر نہیں آتے
بے سبب اشک بھر نہیں آتے زخم دل کے نظر نہیں آتے

دل سے رو رو کے کہتی تھیں صغریٰ شاہ آتے نظر نہیں آتے
عالم زور سے ہیں جو تیرہ دروں وہ کبھی راہ پر نہیں آتے

دل ہوا ٹکڑے دیکھ کر جھولا ماں کو اصغر نظر نہیں آتے
ہیں پریشاں ورق پہ قرآں کے سر دربار سر نہیں آتے

کربلا آئے تھے جو یثرب سے وہ مسافر نظر نہیں آتے
ماں پکاری رضا ملی تو چلے علی اکبرؑ ادھر نہیں آتے

شاہ کہتے تھے رات ہوگئی کیا رَن میں اکبرؑ نظر نہیں آتے
جائیں جو چھوڑ کے وطن حامد
کیا مسافر وہ گھر نہیں آتے

شریک دعوتِ اسلام ہیں ابوطالب

نسیم امروہوی

شریک دعوتِ اسلام ہیں، ابوطالب
نبیؐ کو حق کا اک انعام ہیں، ابوطالب
حریم وحی میں اِلہام ہیں، ابوطالب
حرم کے عزم کا احرام ہیں، ابوطالب
یہ چمن کے لائے جو غنچہ، وہ پھول ہوجائے
پھر ان کی گود میں، پل کر رسولؐ ہوجائے
رسولؐ رب کے نگہبان ہیں، ابوطالب
نبیؐ ہیں دین تو ایمان ہیں، ابوطالب
نزول وحی کا عنوان ہیں، ابوطالب
بغیر لفظوں کا قرآن ہیں، ابوطالب
اُنہی کے دم سے ہوئی، ابتدائے بسم اللہ
اُنہی نے نقطہ دیا، زیر ہائے بسم اللہ
پیمبری کی بلاؤں کا ردا، ابوطالب
مدد خدا کی ہے شکل مدد، ابوطالب
نبی کو ڈھال دم جدو کدا، ابوطالب
نشانہ ختم رسولؐ اور زد، ابوطالب
جہاد ان کا ہے، پس منظر جہاد علیؑ
علیؑ ہیں بعد میں ان کے، یہ پہلے بعد علیؑ
نظر چرا گئی دنیا مگر، ابوطالب

کسے تھے نصرت حق پر کمر، ابوطالب
ہزاروں تیغیں تھیں اور اک پسر، ابوطالب
رکھے تھے اپنی ہتھیلی پہ سر، ابوطالب
لگن جو اُن کو نہ ہوتی، چراغ گل ہوتا
نبیؐ کا فاتحہ، قرآن کا بھی قل ہوتا

ہر ایک محل میں ہیں مشکل کا حل، ابوطالب
نبیؐ کی جرأت، عزم و عمل، ابوطالب
مخالفوں کی روش میں اٹل، ابوطالب
کہ سیل تند کی پر کنول، ابوطالب
انکے رجب سے خائف، عرب کے خودسر تھے
گنو تو فرد تھے، سمجھو تو اک لشکر تھے

انہی کے گھر میں ہیں خیرالانام، صلّی علیٰ
پسر نبیؐ کا ہے قائم مقام، صلّی علیٰ
کسے نصیب ہے یہ احترام، صلّی علیٰ
کہ ان کے خورد ہیں سارے امام، صلّی علیٰ
خطا معاف ہو یہ بھی، اگر نہیں مومن
تو پھر جہاں میں، کوئی بشر نہیں مومن

نہ جانچئے یہ روایت، نہ سیرت و کردار
نبیؐ کی آنکھ سے، اب ان کو دیکھئے اک بار
یہ بارگاہ رسالت میں آپ کا تھا وقار
پچھاڑیں کھا کے، انہیں روئے احمد مختار
وہ عام حزن بنا ان کا، جب وصال ہوا
یہ غم رسولؐ کی امت میں، اک سال ہوا

کہاں ہے تنگ نظر، ہم سے بھی آنکھ ملا
ہے ان کے کفر کا دعویٰ، کچھ ثبوت بھی لا

کوئی تو رسم جہالت کی، ان کے گھر میں دکھا
بتوں کے آگے جھکا ان کا سر، سر اپنا جھکا
خدا کے نور پہ او خاک ڈالنے والے
یہ بت شکن کو ہیں، گودی میں پالنے والے
رسولؐ ان کا، بڑا احترام کرتے ہیں
صوابدید سے، تنظیم عام کرتے ہیں
سحر کو اٹھتے ہی، اوّل یہ کام کرتے ہیں
انہیں نماز سے پہلے، سلام کرتے ہیں
نبیؐ اگر کسی کافر کو، یوں سلامی ہے
تو پھر ضرور نبوت میں، کوئی خامی ہے
یہ مرنے والا گر، ایمان ہی نہ لایا تھا
تو کیا رسولؐ نے، کافر کا غم منایا تھا
زباں پہ وا ابتا بار بار آیا تھا
وہ خود بھی رُوئے تھے اوروں کو بھی رُلایا تھا
جتنا دیا تھا، کہ جو محسن رسالت ہے
تو اس کو رد نا رُلانا نبیؐ کی سنّت ہے
یہ بات اگر ہو اجازت، تو پوچھ لوں میں یہیں
حسینؑ ابن علی، کیا نہیں تجھے محسن دیں
ہم ان کو روئیں، تو پھر کیوں ہو کوئی چین بجیں
بنے تھے ان کا، تو ناقہ رسولؐ عرش نشیں
حسینؑ سوئے شہہ مُرسلین کے سینہ پر
غضب ہے، شمر کا زانو، انہیں کے سینہ پر
بگوش ہوش، کچھ اب حال کربلا سنیئے
سنا جو میرے تصور نے وہ ذرا سنیئے
بیان ہمت و صبر شہہ ہدا سنیئے

وہ آتی ہے، ملک الموت کی صدا سنیئے
ملا جو حکم، کہ سر سے نکال جان حسینؑ
کہا کہ سخت ہے، یارب یہ امتحانِ حسین

لگا ہے زخم تیر، بہہ رہا ہے سر سے لہو
بھرے ہیں خون میں، جان رسولؐ کے گیسو
قریب جاکے رکھوں، دل پہ کس طرح قابو
کہ اس لہو میں تو ہے، فاطمہؑ کے دودھ کی بو

ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال، آنکھوں میں
کہا بہن کا ہے اس دم خیال، آنکھوں میں

میں پھر ان آنکھوں پہ ڈھاؤں ستم، یہ کیا ہے ضرور
بچھڑ کے جو علی اکبرؑ سے ہوگئی، بے نور
ندا یہ آئی دہن سے نکال، جان حضور
کب دہن میں تو کانٹے پڑے ہیں، رب غفور

یہ جان بلب ستم، و جور اشقیا سے ہیں
زبان ہے سوکھی ہوئی، تین دن سے پیاسے ہیں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ، جان ان کی
کہا میں کیا کروں، گردن پہ چل رہی ہے چھری
چھری پکڑ کے یہ چلاتی ہے، کوئی بی بی
نہ ذبح کر میرے بچے کو، میں دعا دوں گی

جہاں رواں، تیرے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہ، رسالتؐ مآب ہے ظالم

ندا یہ آئی، کہ سینے سے قبض کرلے جان
کہا کہ تیروں سے چھلنی ہے، اے میرے رحمٰن
ابھی تو مار کے برچھی، ہٹا ہے اک شیطان
اور اب تو ہے، تہہ زانوئے شمر یہ قرآن

یہ کرب ہے کہ رُخِ پاک، زرد ہے یارب
تیرے حسینؑ کے سینے میں، درد ہے یارب

ندا یہ آئی، مظلومیت کے رُتبہ شناس
کمرے سے کھینچ لے، صابر کی جان بے وسواس
کہا ملک نے تڑپ کر، بہ درد حسرت و یاس
کمر تو ٹوٹ گئی، جب سے مرگئے عباسؑ

صدائے غیب یہ آئی، بحال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغرؑ کے، لال ہے چہرہ

یہ گفتگو تھی کہ مرجھا گیا رسولؐ کا پھول
فلک سے آگئے، روح الامین، حزین و ملول
کہا پکار کے، منہ ڈھانپ لو برائے رسولؐ
پسر کی لاش پہ کھولیں گی، اپنے بال بتولؑ

صدا یہ سن کے، اُسی سمت چل پڑی زینبؑ
تڑپ کے خیمے سے، باہر نکل پڑی زینبؑ

نسیم ادھر سے، تو قدسی کی یہ صدا آئی
اِدھر تڑپتی ہوئی بنت مرتضیٰؑ آئی
قریب لاش، جو خواہر بصد بکا آئی
اخی کے حلق بریدہ سے، یہ صدا آئی

کوئی بزرگ نہ اب ہے نہ خورد ہے زینبؑ
نبیؐ کی آل تمہارے سپرد ہے زینبؑ

حق کی تبلیغ کا پیغام ابوطالب ہیں

نسیم امروہوی

حق کی تبلیغ کا پیغام، ابوطالبؑ ہیں
حافظِ حق سحر و شام، ابوطالبؑ ہیں
بانی دعوتِ اطعام، ابوطالبؑ ہیں
سب مسلمان ہیں اسلام، ابوطالبؑ ہیں
طورِ سینا سے، نہ وہ کعبے کے در سے نکلا
پل کے دین نبوی، ان کے ہی گھر سے نکلا

ان کی امداد سے، ہموار ہوئی راہِ نجات
پھر بھی دنیا نے کہی، ان کے لئے کفر کی بات
منکر و نرغۂ کفارِ، عرب میں دن رات
ان کے ایما کا ثبوت، احمد مرسل کی حیات
سب دلیلوں پہ دلیل، ایک مگر غالب ہے
کل ایمان تو ایک، جزو ابوطالبؑ ہے

ہم کو تاریخ میں کوئی، یہ دکھائے تو کہیں
کب جھکی اور کہاں، بت کی طرف ان کی جبیں
گود میں ان کی پلے، اور بڑھے بانیٔ دیں
گھٹنیوں ان کی ہی منزل، میں چلی شرع مبیں
خانۂ صدق و امانت کے، یہ سرکردہ ہیں
اک رسولؐ ایک امام، آپ کے پروردہ ہیں

ان مصالح پہ نہیں، کوئی کشیدہ ابرو

کہہ دیں کافر، جو پدر میں ہو علیؑ کے بھی خو
بل تیوری پہ یہاں، اور وہاں اللہ ہو
دوستو پھول حلال، اور حرام اس کی بو
خون! اسلاف کا کیا آپ سے بدلہ لو گے
قتل! بیٹے نے کیا باپ سے بدلہ لو گے

ان کی منزل ہے وہی، شک ہو مسلط جن پر
جس میں ازراہ تقیہ، برضائے داور
حضرت ختم رُسل نے، پئے دفیعۂ شر
صلح نامہ سے، نبیؐ کاٹ دیا لکھوا کر
کفر کا اوروں پہ الزام، نہ کم ظرف رکھے
حوصلہ ہو تو، پیمبر پہ کوئی حرف رکھے

یہ حفاظت جو ہے، میراث ابوطالب کی
منزلت اور بڑھی، اس کی پسر کو جو ملی
تھے حفاظت میں وہاں، ان کی فقط ایک نبیؐ
ان کے بیٹوں کے بھی، ہر وقت محافظ ہیں علیؑ
اس فضیلت کو کسی نفس ذکیہ سے سنو
جاؤ صفین میں، ابن حنیفہ سے سنو

حفظ سبطین محمدؐ، جو فریضہ تھا اہم
اہتمام اس کا علیؑ، کر گئے تھے مرتے دم
چھوٹے بیٹے کو بلا کر، یہ کہا دے کے علم
اب تمہیں سونپتے ہیں، اپنے بڑے فرض کو اہم
پسران شہ لولاک، کے حافظ تم ہو
ہے حمایت کو جو زینبؑ، تو محافظ تم ہو

جس طرح شاہ رسل کیلئے، ہم بن گئے ڈھال
تم امامت کی سپر ہو، یونہی اے ماہ کمال

خاص کر نہر کے ساحل پہ ہو، جب جنگ و جدال
جانشین باپ کا، اپنے کو سمجھنا میرے لال
تم کو ہم سونپتے ہیں، کام ابوطالبؑ کا
کربلا یاد رکھے، نام ابوطالبؑ کا

باپ کی تھی جو تمنّا، وہی بیٹے نے کیا
جیتے جی غم کبھی، شبیرؑ کو ہونے نہ دیا
جنگ میں ضبط کا حکم تھا حکم، تو غصہ کو پیا
شہ نے جو اسلحہ، لے جانے سے روکا نہ لیا
تشنگی بھول گئے، نہر کی تیاری میں
جنگ کی نفس سے، تکمیل وفاداری میں

رن میں جب لوٹ مچی، چھن گئی زینب کی ردا
دخترِ شہ کی طرف، شمر بڑھا بہر جفا
سوئے در دیکھ کے، یہ دلبر عباسؑ بڑھا
ماں نے دامن کو جو پکڑا، تو جھٹک کر یہ کہا
آئے اب تک نہ، سکینہؑ کی حمایت کے لئے
نہر پہ جاتا ہوں، بابا سے شکایت کے لئے

اماں جاں آپ کو کچھ یاد ہے، بابا کا کلام
پانی لانے کو سدھارے تھے، جو بازوئے امام
مجھ سے فرمایا تھا، تم ہو علی اصغرؑ کے غلام
رات دن ان کا جھلاتے رہو، جھولا یہ ہے کام
یہ وصیت تھی مجھے، آپ مگر بھول گئے
نہر پہ جاکے سکینہؑ کو، پدر بھول گئے

وہ جو ہوتے، تو نہ لٹتا زر و زیور اماں
چھینتا کوئی شقی، آپ کی چادر اماں
یوں گھڑکتے، کسی بچے کو ستم گر اماں

کون لیتا، میری شہزادی کے گوہر اماں
وہ نہ آئیں گے، تو دادا کو بلا لاؤں گا
ان کے شکوے کے لئے، سوئے نجف جاؤں گا
تم مگر شمر سے کہہ دو، نہ سکینہؑ کو ستا
ان کے بدلے، مرا سر کاٹ لے او اہل جفا
چھین لے شوق سے ظالم، مری اماں کی ردا
پر مرے باپ کی، پیاری کو طمانچے نہ لگا
ان جفاؤں کی، یہ معصوم کہاں عادی ہے
او شقی کس کو ستاتا ہے، یہ شہزادی ہے
یہ سخن کہہ کے، بصد جرأت و احساس تمام
بن گیا بڑھ کے، سکینہؑ کی سپر وہ گلفام
شمر اظلم سے کیا، تان کے سینہ یہ کلام
اب ستائے کوئی، بی بی کو تو دیکھے یہ غلام
یہ ستم ان کے عوض، سہنے کو تیار ہوں میں
ہوں وفادار کا فرزند، وفادار ہوں میں

زندگی کی شب چراغ زیر داماں حسینؑ

نسیم امروہوی

زندگی کی شب چراغ، زیر داماں حسینؑ
اور عشرے کی سحر، چاک گریباں حسینؑ
خود ہیں سردار شباب، گلشن خلد بریں
اور شباب گلشن، جنت جواناں حسینؑ

زد پہ تیغ جور کی، آیا جو قرآن حکیم
دل کے پارے کردیئے قربان، قربان حسینؑ

منتشر تھے، کربلا سے پہلے قرآن کے ورق
حق کا شیرازہ بنی، زلف پریشان حسینؑ

جس میں طاقت ہو، بڑھے آگے کرے ان کو فنا
انکی شہہ رگ، دین حق، قرآن حق، جانِ حسینؑ

گر ہمارے بزمِ غم میں، چرخ لائے انقلاب
دست ماتم سے الٹ دیں، ہم غلامانِ حسینؑ

راہِ حق میں زر، پسر، سر، گھر، لٹائے تو کوئی
پھر یہ ممکن ہے، کہ کچھ ہوجائے، عرفان حسینؑ

ہائے وہ ٹوٹی کمر، وہ لاش فرزند جواں
دیں سہارا، آکے مقتل سے، رفیقان حسینؑ

زخم تن پر، داغ دل میں، منہ پہ اصغرؑ کا لہو
یوں پھلا پھولا، بیاباں میں گلستانِ حسینؑ

کل نبی کی پشت پر تھے، اب سر نوک سنان
ایک وہ شانِ حسینؑ، اور ایک یہ شان حسینؑ

بزم شبیری میں، یکساں ہیں نسیم اور جبرئیل
آسماں پر وہ، زمین پر یہ ثنا خوان حسینؑ

آخری جنگ سمجھ لو، اسے اپنے گھر کی
جانے پھر کب کھنچے تلوار، تقدم ولدی

جاؤ ایسا نہ ہو، اصحاب نہ جانے دیں تمہیں
جوڑ کر ہاتھ، نہ تلوار، اٹھانے دیں تمہیں
پاؤں تھامیں قدم، آگے نہ بڑھانے دیں تمہیں
روک لیں برچھیاں، میدان میں، نہ کھانے دیں تمہیں
یہ ہیں حد درجہ وفادار، تقدم ولدی

ام لیلیٰ در خیمہ سے، کہیں دیکھ نہ لے
رخ تمہارا سوئے فوج، لعیں دیکھ نہ لے
ابر میں جاتے ہوئے، مہر جبیں دیکھ نہ لے
شیر کو نیزوں کے جنگل کے، قریں دیکھ نہ لے
پھر تو جانا بھی ہو دشوار، تقدم ولدی

کہیں ایسا نہ ہو، زینبؑ کو خبر ہوجائے
اور طلب عونؑ و محمدؑ کی، ادھر ہوجائے
تاروں کو اذنِ سفر، قبل قمر ہوجائے
میری تربیت ہی سب، زیر و زبر ہوجائے
ہوسکے ہم سے نہ انکار، تقدم ولدی

کیا شانِ علمدار ہے، کیا شان علم ہے

مولانا سید حسن امداد

سقائے حرم، نازش تاریخ، اُمم ہے
جرأت میں جلالت میں شجاعت میں اتم ہے

ہمت ہمہ تن، رعب زسر، تا بہ قدم ہے
کیا ذکر شجاعاں، عرب اور عجم ہے!
ایسا تو جری، خود بنی ہاشم، میں بھی کم ہے
اس گل میں بسی، سارے گلستان کی ہے خوشبو
حمزہؑ سا جگر، جعفرؑ طیّار سے بازو
حیدرؑ سے خدوخال ہیں، فرق سرمو
ہمت وہی، جرأت وہی، چتون وہی، ابرو
ہاں ہاں یہ اسی ساخت کی شمشیر و ودم ہے
جو شانِ ہے حیدر کی، وہی شان یہاں ہے
ہاں فرق فقط یہ ہے، کہ یہ تشنہ دہاں ہے
کاندھے پہ علم، ہاتھ میں مرکب کی عناں ہے
مرکب جو دواں ہے، تو علم سر درواں ہے
راکب کے اشارے پہ فرس تیز قدم ہے
ہے کوئی جو یوں، چھوٹے سے لشکر کو لڑائے
کانٹوں سے شگوفوں کو، گل تر کو لڑائے
جب وقت پڑے، سنگ سے گوہر کو لڑائے
نو لاکھ سے صرف اپنے بہتر(۷۲) کو لڑائے
لاریب کے یہ صرف، اسی شیر کا دم ہے
شیرانِ جری فوج کے سارے، ہوئے رخصت
چڑھتے ہوئے طوفان کے دھارے، ہوئے رخصت
کشتیٔ شہادت کے سہارے ہوئے، رخصت
اب چاند اکیلا ہے ستارے، ہوئے رخصت
وہ جس کے نہ ہونے سے کمر، شاہ کی خم ہے
یہ وارثِ اوصاف، بزرگانِ سلف ہے
ماہ بنی ہاشم، دُر دریائے نجف ہے

حیدر سے جری باپ کا، یہ شیر خلف ہے
یہ چاند، وہ مطلع، یہ گہر ہے، وہ صدف ہے
یہ شمع کی گر لَو ہے، تو وہ شمعِ حرم ہے

جا کر کوئی کہہ دے، پسر سعد جہاں سے
سن لے کہ یہ سب ہیچ، تیری موج گراں ہے
یہ تیغ شرر بار کے، کھینچتے ہی دھواں ہے
ہوجاتا ابھی فیصلہ، پر اذنِ کہاں ہے
مرضی تو یہاں مرضی، معصوم میں ضم ہے

ہے کوئی بہادر، کہ جو یوں جان پہ کھیلے
لاکھوں سے لڑے، چھین لے دریا کو اکیلے
پانی نہ پیئے، مشک بھرے، پیاس کو جھیلے
ہاں قبضہ دکھانے کے لئے، چلو میں لے لے
اور مان لے دنیا، کہ یہ سقائے حرم ہے

حسینؑ ہی کا سا اقدام کربلا کرتے

تجمل لکھنوی

حسینؑ ہی کا سا اقدام، کربلا کرتے
اگر رسول بھی ہوتے، تو اور کیا کرتے
علیؑ سے بغض و عداوت نکالنے والے
بڑے جری تھے، تو مرحب کا سامنا کرتے

علیؑ کا ذکر عبادت، سدا عبادت کی
یہ عمر آگئی اپنی، خدا خدا کرتے

ازل سے بندۂ داور تھا، ان کا کیوں ہوتا
علیؑ کی قدر، یہ دنیا پرست کیا کرتے

خدا کو بھول گئے، جو زر پرستی میں
وہ اور نبیؐ کی محبت، کا حق ادا کرتے

رسولؐ اس لئے کہتے تھے، میں حسینؑ سے ہوں
کیا وہ کار نمایاں، جو مصطفیؐ کرتے

گئے حسینؑ، مدینے سے کربلا ورنہ
یہ اہل شام، مدینے کو کربلا کرتے

نبیؐ کے گھر کو اجاڑا ہے، کلمہ گویوں نے
یہ کوئی ظلم و ستم، کم ہے اور کیا کرتے

وفا سرشت تھے ایسے، حسینؑ کے انصار
جو ملتی عمر دوبارہ، تو پھر وفا کرتے

مزا لڑائی کا آجائے گا لعینوں کو

تجمل لکھنوی

مزا لڑائی کا آجائے گا لعینوں کو
علیؑ کا شیر الٹتا ہے آستینوں کو

رہے گا جان عبادت حسینؑ کا سجدہ
ملک ہزار جھکایا کریں جبینوں کو

ملے جو خاک میں مل کر حبیب کے رُتبے
وہ مرتبے نہیں حاصل فلک نشینوں کو

صفیں الٹ کے صدا دی یہ شاہ والا نے
کہاں گئے جو چڑھاتے تھے آستینوں کو

نماز پڑھ کے یہ کہتے تھے شہہ رفیقوں سے
کبھی نہ بھولے گی یہ خاک ان جبینوں کو

جواب عرش الٰہی ہے اہلبیت کا گھر
ملی مکاں کو بلندی شرف مکینوں کو

حسینؑ دین کے اقدار کر دیئے زندہ
ابھارا آپ نے ڈوبے ہوئے سفینوں کو

مظاہرہ کیا امت نے بے وفائی کا
ملا کے خاک میں زہرؐا کے مہ جبینوں کو

یہ بات انیسؔ میں دیکھی کہ جن میں شعر کہے
فلک پہ رکھ دیا لے جاکے ان زمینوں کو

ماتم سبط پیمبر کی نشانی ہوکر

تجمل حسین لکھنوی

ماتم سبط پیمبر کی نشانی ہوکر
خون دل آنکھ سے بہنے لگا پانی ہوکر

امّ لیلیٰ کے لئے غم نشانی ہو کر
موت آئی علی اکبرؑ کی جوانی ہوکر

مثل سیلاب بڑھا دین خدا خندق سے
ذوالفقار اسداللہ کا پانی ہو کر

صبر شبیرؑ نے رن میں وہ دکھائے جوہر
رہ گیا قصہ ایوبؑ کہانی ہوکر
لوگ اکبرؑ کا مدینے میں ادب کرنے لگے
یوں شباب آیا محمدؐ کی جوانی ہوکر
زندگی بخش دی سر دے کے شہہ والا نے
ورنہ رہ جاتا یہ اسلام کہانی ہوکر
موت کا آیا پسینہ جو رخ اکبرؑ پر
رنگ چہرے کا ٹپکنے لگا پانی ہوکر
حشر تک سینۂ گیتی پر رہے گی باقی
کربلا آل محمدؐ کی نشانی ہوکر
دل کی حسرت ہے تجمل کہ میرا درد جگر
رہے پیاسوں کا غم تشنہ دہانی ہوکر

کسی کے بس میں نہ دن ہے نہ رات قبضہ میں

تجمل لکھنوی

کسی کے بس میں نہ دن ہے نہ رات قبضہ میں
علیؑ کو دیکھئے کل کائنات قبضہ میں
پیمبروں کے ہیں سب معجزات قبضہ میں
ہے ایک ذات ہزاروں صفات قبضہ میں
علیؑ کے باب میں کہتی ہے شمس کی رجعت
ہے جیسے دن اسی صورت ہے رات قبضہ میں ہے

محال جس کو کہیں ہے وہ بات قبضہ میں ہے
علیؑ کے شیر یہ پیاس اور فرات قبضہ میں ہے

سر حسینؑ نے قرآن پڑھ کے نیزہ پر
بتا دیا کہ ہے اب بھی حیات قبضہ میں ہے

حبیب کہتے تھے انصار سے لڑے جانا
رُکے نہ ہاتھ جب تک حیات قبضہ میں ہے

ہیں افضل الشہید ابن ساقی کوثر
ہے سلسبیل بھی مثل فرات قبضہ میں ہے

حدود مملکت شاہِ کربلا دیکھو
جہاں سے تابہ جناں کائنات قبضہ میں ہے

صدا یہ دیتا ہے ساحل سے روضۂ عباسؑ
رہے گی تابہ قیامت فرات قبضہ میں

میری نظر میں تجلّی سمائے کیا دنیا
غم حسینؑ کی ہے کائنات قبضہ میں ہے

مدینے سے سفر کا سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو

تجلّی لکھنوی

مدینے سے سفر کا سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو
خدا جانے کہاں تک کربلا ہے دیکھئے کیا ہو

ستم کا دور ہے اور کربلا ہے دیکھئے کیا ہو
بڑے خطرے میں آل مصطفیٰ ہے دیکھئے کیا ہو

ستم والوں میں پیہم تذکرہ ہے دیکھئے کیا ہو
حسینی صبر بڑھتا جارہا ہے دیکھئے کیا ہو

تھا غل رن میں غضب کا معرکہ دیکھئے کیا ہو
علیؑ کے شیر سے پالا پڑا ہے دیکھئے کیا ہو

اُسی جانب ہیں دریا پر علمدارؑ جری شاید
جدھر لشکر سمٹتا جارہا ہے دیکھئے کیا ہو

جفاؤں پر جفائیں ہورہی ہیں آلِ احمدؐ پر
ستم اور جور کا اک سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو

کٹا کر سر بچایا جائے گا دینِ پیمبر کو
حسینؑ ابنِ علی کا فیصلہ ہے دیکھئے کیا ہو

امیرِ شام کی بیعت کو رد فرما دیا شہہ نے
ستمگر کو بہانہ مل گیا ہے دیکھئے کیا ہو

شبیہ مصطفےٰؐ رخصت طلب ہے ابنِ حیدرؑ سے
سہارا زندگی کا جارہا ہے دیکھئے کیا ہو

کمان میں تیر اُدھر، اصغر اِدھر شہہ کے ہاتھوں پر
یہ کوئی فاصلے میں فاصلہ ہے دیکھئے کیا ہو

تجمّل عصر کا ہنگام ہے ھمدم نہیں کوئی
اکیلا جانِ محبوبِ خدا ہے دیکھئے کیا ہو

جو طفل گھر میں شہ لافتیٰ کے پلتے ہیں

مجاہد لکھنوی

جو طفل گھر میں شہہ لافتیٰ کے پلتے ہیں
وہ جنگ کے لئے گھوارہ میں مچلتے ہیں
قدم قدم پہ شریعت نہیں بدلتے ہیں
چلے جو راہ علیؑ ہم وہ راہ چلتے ہیں
پل صراط سے گزریں گے یوں علیؑ والے
کہ جیسے باغ میں جھونکے ہوا کے چلتے ہیں
علم کو دیکھ کے خیبر کشاں کے ہاتھوں میں
یہ کون لوگ کھڑے دور ہاتھ ملتے ہیں
وہ خاک کیوں نہ بنے سجدہ گاہِ دو عالم
جو خاک رخ پہ رسالتؐ مآب ملتے ہیں
خیال آتا ہے جب کربلا کے پیاسوں کا
پگھل کے قلب وجگر آنسوؤں میں ڈھلتے ہیں
یہاں تو بات ہے زخم گلوئے اصغرؑ کی
وگرنہ تیر تو ہنگام جنگ چلتے ہیں
سوال آب پہ گردن سے تیر پار ہوا
پدر کے ہاتھوں پہ اصغرؑ لہو اگلتے ہیں
نہیں قبول زمیں کو فلک کو ہے انکار
لہو صغیر کا رخ پر حسینؑ ملتے ہیں

ضعیف باپ کی نظروں کے سامنے اکبرؑ
قضا کی گود میں اب کروٹیں بدلتے ہیں

حسینؑ لاتے ہیں اس طرح لاش اکبرؑ کی
کبھی تو کھاتے ہیں ٹھوکر کبھی سنبھلتے ہیں

صدا یہ دیتی تھی زینبؑ کہاں ہو اے عباسؑ
خیام جل گئے ہم ننگے سر نکلتے ہیں

کشاں کشاں کئے جاتے ہیں اس طرح اعدا
الجھ کے گرتے ہیں عابدؑ کبھی سنبھلتے ہیں

مجاہد اب یہ شکایت بھی ہے زمانے کو
غم حسینؑ میں آنسو بہت نکلتے ہیں

مصروف شہ کے غم میں زمانہ دکھائی دے

مجاہد لکھنوی

مصروف شہہ کے غم میں زمانہ دکھائی دے
ہر دل میں کربلائے معلیٰ دکھائی دے

اوصاف سب خدا کے ہوں بندہ دکھائی دے
جز مرتضیٰؑ ہے کون، جو ایسا دکھائی دے

بعد رسولؐ ایسا تو ہو نائب رسولؐ
جوکم سے کم رسولؐ کے جیسا دکھائی دے

لے کے علیؑ کا نام کرو رُخ پہ اک نظر
مومن نہیں جو رنگ بدلتا دکھائی دے

اب آپ ہی بتائیے ہم اس کو کیا کہیں

نام حسینؑ بھی جسے کھلتا دکھائی دے
ہر سمت اڑ رہا ہے شہنشاہت کا رنگ
ہر سو دل حسینؑ دھڑکتا دکھائی دے
وہ بحر بے کراں غم سبط مصطفےؐ
حد نگاہ تک نہ کنارہ دکھائی دے
کھینچے ابھی جو تیغ ید اللہ کا پسر
جبریل سا ملک بھی لرزتا دکھائی دے
جنت کی خوشبو سے فضا ہے بسی ہوئی
عباسؑ کا علم کہیں سجتا دکھائی دے
رہ رہ کے آرہی ہے صدا یا حسنؑ کی
مجلس کہیں حسینؑ کی برپا دکھائی دے
رونا غم حسینؑ میں ہے مقصد حیات
بے فیض ورنہ دہر میں جینا دکھائی دے
گزرے ہے دل پہ کیا کوئی پوچھے حسینؑ سے
برچھی میں جب پسر کا کلیجہ دکھائی دے
بولے حسنؑ جب علی اکبرؑ نے دی صدا
اندھیر تیرے بعد یہ دنیا دکھائی دے
شہہ کہتے تھے کہ کیا کروں کچھ سوجھتا نہیں
کیونکر جوان لعل کا لاشہ دکھائی دے
اصغرؑ صدا حسینؑ کی سن کر تڑپ اٹھے
جھولے میں انقلاب سا برپا دکھائی دے
اللہ تجھ کو صبر دے اے فاطمہؑ کے لعل
مجھ کو تیرا صغیر نہ بچتا دکھائی دے
مجلس میں اتنے اشک مجاہد بہائے
دامن جو داغدار ہے سادہ دکھائی دے

دل اگر دردِ غمِ شبیرؑ کا حامل نہیں

مجاہد لکھنوی

دل اگر دردِ غمِ شبیرؑ کا حامل نہیں
زندگی بے فیض ہے جس کا کوئی حاصل نہیں

الفتِ آلِ پیمبر اس میں گر شامل نہیں
اے مسلمان پھر تیرا اسلام تو کامل نہیں

کیوں نہ ہر مشکل میں نکلے منہ سے میرے یا علیؑ
جانتا ہوں دوسرا کوئی بھی اس قابل نہیں

جز علیؑ کے فتح خیبر اور کرسکتا ہے کون
اس شجاعت کا زمانہ میں کوئی حامل نہیں

یا علیؑ کہہ کر کبھی آگے بڑھاؤ تو قدم
حل نہ ہو ایسی تو دنیا میں کوئی مشکل نہیں

میرا کعبہ ہے یہی اور میری جنت ہے یہی
ماسوائے کربلا اپنی کوئی منزل نہیں

بیچ میں شمعِ ہدایت گرد انصارِ حسینؑ
دونوں عالم میں کہیں ایسی کوئی محفل نہیں

سن کے ذِکرِ کربلا آنکھ ہوجاتی ہے نم
ہو نہ جس میں غمِ شہہ مظلوم کا وہ دل نہیں

اصغرؑ معصوم کی گردن پہ مارا جس نے تیر
اس سے بڑھ کر کوئی ظالم اور کوئی قاتل نہیں

آخری فدیہ تھا شہہ حجت کو کرتے تھے تمام
جانتے تھے کچھ سوال آب سے حاصل نہیں

بولیں لیلیٰ بھول جاؤں کس طرح اکبرؑ کو میں
ہے اندھیرا چار سو جب وہ ماہ کامل نہیں

یوں پھرائی جارہی ہیں شام میں سیدانیاں
بے کجا وہ اونٹ ہیں پردہ نہیں محمل نہیں

صبر کی تلقین پر کہتی تھیں لوگوں سے رباب
یہ بتادو کیا مرے سینے میں ماں کا دل نہیں

اے مجاہد ہیں رواں اشعار پانی کی طرح
بوترابی کے لئے کوئی زمین مشکل نہیں

زمین کربلا میں دن ہیں گل پیرہن کتنے

مجاہد لکھنوی

زمین کربلا میں دفن ہیں گل پیرہن کتنے
تڑپ کے مر گئے سینہ پہ اس کے خستہ تن کتنے

کوئی زینبؑ سے پوچھے تو مصائب کسقدر جھیلے
اُٹھائے کربلا سے شام تک رنج و محن کتنے

رضائے شاہ والا تھا ہر اک اقدام زینبؑ کا
زمانے میں ہیں ایسے باوفا بھائی بہن کتنے

پسر زینبؑ کے دونوں قاسمؑ و اکبرؑ، علی اصغرؑ
دیئے ہیں کربلا کو شاہ دین نے گلبدن کتنے

فدا اسلام پر لاکھوں ہوئے تاریخ کہتی ہے
مگر ہیں کربلا والوں کے جیسے بے کفن کتنے

ہوں جس میں قاسمؑ و اکبرؑ سے گل اصغرؑ سے ہوں غنچے
خزاں لوٹے ہیں تو نے سچ بتا، ایسے چمن کتنے

چلے جب شاہ مرنے کو، سکینہؑ نے کہا رو کر
نہ آیا کوئی بھی واپس گئے ہیں، سوئے رن کتنے

بہتر (۷۲) کو نہ لاکھوں سے کہیں لڑتے ہوئے دیکھا
ہوئیں جنگیں ہزاروں اور پڑے دنیا میں رن کتنے

تھیں ماں بہنیں کھلے سر سامنے اور چپ رہے پھر بھی
جہاں میں عابد بیمار سے ہیں بے سخن کتنے

اس دنیا میں دیکھو ہر قدم ہر اک مشکل میں
ہر اک منزل پہ کام آتے ہیں اپنے پنجتن کتنے

رہے گا کربلا والوں کا غم زندہ قیامت تک
گزر جائیں گی صدیاں اور گزر جائیں گے سن کتنے

رضائے حق کی خاطر جو بہا دے خون کا دریا
فدا اس عاشق صادق پہ ہونگے کوہکن کتنے

ہے جن کو ناز شاہ کربلا کی مدح خوانی پر
مجاہد کے سوا دنیا میں ہیں اہل سخن کتنے

دل سے غم حسینؑ نہ ہو کم خدا کرے

مجاہد لکھنوی

دل سے غم حسینؑ نہ ہو کم خدا کرے
لے جاؤں میں لحد میں یہی غم خدا کرے

سینے پہ داغ ماتم شبیرؑ کا رہے
دامن ہو اشک غم سے سدا نم خدا کرے

پھیلے نشان حضرت عباسؑ کی ضیاء
سارے جہاں پہ چھائے یہ پرچم خدا کرے

حب علیؑ ہو دل میں زبان پر ہو یا حسینؑ
جب وقت نزع نکلے مرا دم خدا کرے

ڈر ڈر کے کہہ رہے تھے یہ آپس میں سب لعیں
عباسؑ ہوں نہ نہر پہ برہم خدا کرے

اکبر نے شہہ کے سامنے توڑا تھا جیسے دم
کوئی پدر نہ دیکھے یہ عالم خدا کرے

خیمے میں کررہی تھی سکینہؑ یہ ہی دعا
آجائیں خیریت سے میرے عم خدا کرے

اکبرؑ پلٹ کے آئیں یہ صغرا کی تھی دعا
پھر بھائی اور بہن ملیں باہم خدا کرے

شہہ بولے لب پہ بخشش امت کی ہو دعا
خنجر رواں ہو حلق پہ جس دم خدا کرے

یہ کہہ کے ختم کردو مجاہد سلام کو
بڑھتا رہے حسین کا ماتم خدا کرے

ہے مال وزر نہ دولت دنیا ہمارے پاس

مجاہد لکھنوی

ہے مال و زر نہ دولت دنیا ہمارے پاس
بس ہے شفاعتوں کا خزانہ ہمارے پاس
جو چاہے ہم سے پوچھیں نکیرین فکر کیا
مشکل کشا تو ہوگا ہمارا ہمارے پاس
رونا غم شہید میں ہے سنّت رسولؐ
موجود ہے شہادت حمزہ ہمارے پاس
کوثر ہے، سلسبیل ہے، طوبیٰ ہے، خلد ہے
صدقے میں ہے حسینؑ کے کیا کیا ہمارے پاس
نہر فرات چھین کے عباسؑ نے کہا
اب حشر تک رہے یہ دریا ہمارے پاس
دیکھا جو حر کو آتے ہوئے بولے شاہ دیں
وہ آرہا ہے دوست ہمارا ہمارے پاس
پیدا ہوئے ہیں ماتم شبیر کے لئے
پہونچا ہے غم یہ سینہ بہ سینہ ہمارے پاس
ندرانہ یہ قبول ہو اے مادر حسینؑ
ہے اور آنسوؤں کے سوا کیا ہمارے پاس

صغرا نے پوچھا دامن اکبرؑ کو تھام کے
پھر لوٹ کے کب آؤ گے بھیا ہمارے
لپٹا کے لاش اصغرؑ بے شیر بولے شاہ
مادر کے بدلے آج سے سونا ہمارے پاس
بولے یہ شہہ سکینہؑ سے لاچار ہے حسینؑ
بیٹی نہیں ہے پانی کا قطرہ ہمارے پاس
زنداں میں تھے سکینہؑ کے نالے یہ صبح و شام
آجاؤ ایک بار تو بابا ہمارے پاس
کہتی تھی ماں کہ قید میں ہو کس طرح بسر
اصغرؑ ہے اور نہ اب ہے سکینہؑ ہمارے پاس
ہستی نثار ایسی اجل پر خدا گواہ
دم نکلے اور بیٹھے ہوں مولا ہمارے پاس
جب علیؑ ہے اور مجاہد غم حسینؑ
بخشش کا کم نہیں یہ سہارا ہمارے پاس

غم شبیرؑ میں بہتے ہیں جو شام و سحر آنسو

مجاہد لکھنوی

غم شبیرؑ میں بہتے ہیں جو شام و سحر آنسو
لحد میں بن کے چمکیں گے یہی شمس و قمر آنسو
تقاضہ ہے یہی انسانیت کا اور ایمان کا
اِدھر نام حسینؑ آئے چھلک آئیں اُدھر آنسو

ذرا سن لیں ہمارے صبر کو للکارنے والے
اگر چاہیں ابھی کردیں جہاں زیر و زبر آنسو

جہاں میں آئے خود روتا ہوا جائے تو رلواتا
ہے آغاز بشر آنسو تو انجام بشر آنسو

ہمارے آنسوؤں نے ہنسنے والوں کو رلایا ہے
حقیقت ہے کہ رکھتے ہیں قیامت کا اثر آنسو

مخالف لاکھ ہو لیکن یہ طوفان رک نہیں سکتے
بہیں گے کربلا والوں کے غم میں عمر بھر آنسو

نہیں ہے قدر جن کی آج دنیا کی نگاہوں میں
قیامت میں نظر آئیں گے یہ لعل و گہر آنسو

ہمارا مقصد خلقت ہے رونا شہہ والا پر
اٹھائیں گے ستم لاکھوں بہائیں گے مگر آنسو

پڑا ہے وقت کیسا کربلا میں شہہ والا پر
عیوض پانی کے کرتے ہیں لحد اصغرؑ کی تر آنسو

یہاں ماں خالی جھولے کو تصور میں جھلاتی ہے
پدر برسا رہا ہے رن میں بالین پسر آنسو

مجاہدؔ ہم مسافر ہیں عدم کے راہ دنیا میں
یہاں سے ساتھ لے جائینگے بس رخت سفر آنسو

ماں کہتی تھی سینے سے لگا لوں تجھے آجا

مجاہد لکھنوی

ماں کہتی تھی سینے سے لگا لوں تجھے آجا
اک بار تو پھر لوٹ کے اصغرؑ مرے آجا
فرقت میں تری نیند بھی آتی نہیں بیٹا
اب کس کے سہارے پہ یہ مادر جیئے آجا
ہیں اب تو مرے ہاتھ بھی آزاد رسن سے
گود میں لوں دل میں چھپالوں تجھے آجا
ہر سمت ہے جنگ میں اندھیرا ہی اندھیرا
تو نیند میں چونکے نہ کہیں خوف سے آجا
ہوں کہ اب نہر پہ پہرہ بھی نہیں ہے
پانی پلا لاؤں تجھے نہر سے آجا
روتی ہے سکینہؑ تری فرقت میں مرے لعل
بھیا کی تسلی کے لئے لوٹ کے آجا
صغرا تجھے پوچھے گی تو کیا اس سے کہوں گی
بن ترے نہ جاؤں گی وطن شام سے آجا
کیونکر بتاؤں گی لگا حلق پہ ناوک
کیا کہہ کے بھلا دوں گی تسلی اسے آجا
اس قید کی تنہائی میں دل کس طرح بہلے
دروازہ پہ بیٹھی ہوں میں تیرے لئے آجا

سونا ہے اگر شاہ کے پہلو میں مری جان
روکوں گی نہ اک دم کیلئے میں تجھے آجا
معلوم ہے تجھکو ہے پدر سے بڑی الفت
کچھ دیر کو بس شکل دکھانے مجھے آجا
یہ شام و سحر بین تھے مادر کے مجاہدؔ
مادر کا ہے کیا حال ذرا دیکھ لے آجا

دو جہاں میں سامنے جب کوئی مشکل آئے گی

مجاہد لکھنوی

دو جہاں میں سامنے جب کوئی مشکل آئے گی
آپ ہی سنکر علیؑ کا نام حل ہوجائے گی
اے فرشتوں کیا کرو گے قبر میں آکر سوال
دیکھ کر حیدرؑ کو تم سے بات بھی ہوجائے گی
ڈال لو جی بھر کے پردے آج تم تاریخ پر
کیا کرو گے حشر میں کل بات جب کھل جائیگی
جب بھی ابھرے گی کوئی طاقت یزیدی شان سے
ماتم شاہ ہدا کو دیکھ کر دب جائے گی
روز محشر دیکھ لینا اہل عزا کا مرتبہ
رحمت حق پیشوائی کے لئے خود آئے گی
جب کہیں بھی ہوگا باطل اور حق کا معرکہ
ساری دنیا واقعات کربلا دہرائے گی
کربلا میں دے دیا شبیرؑ نے ایسا جواب

نام بیعت کا نہ اب دنیا زبان پر لائے گی
اے علی اصغرؑ تسلی کچھ تو دیتے جایئے
کس سے ماں اپنے دل بیتاب کو بہلائے گی
سوؤں گی میں کس کے سینے پر سکینہؑ نے کہا
اے پھوپھی اماں اندھیرے بن میں جب رات آئیگی
جایئے خیمے میں اصغرؑ کو نہ لے کر اے حسینؑ
دیکھ کر ماں خوں بھری صورت کو غش ہوجائیگی
تھا گماں کس کو ایسا دور بھی اک آئے گا
ننگے سر آل نبی در در پھرائی جائے گی
اے مجاہد فکر کیا تربت سے لیکر حشر تک
کام مولا کی مرے مشکل کشائی آئے گی

حُر کا سر ہے زانوئے شبیرؑ ہے

مجاہد لکھنوی

حر کا سر ہے زانوئے شبیرؑ ہے
مرنے والے کیا تیری تقدیر ہے
خوف کیا محشر کا دامن گیر ہے
ہاتھ جب دامن شبیرؑ ہے
اپنے اپنوں کے تو کام آتے ہیں سب
ہاں پر علیؑ مولائے عالمگیر ہے
کس کو مشکل میں نبیؐ نے دی صدا

کون ہے جو شاہ خیبر گیر ہے
آپ نے جو خواب دیکھا تھا خلیل
کربلا اس خواب کی تعبیر ہے
کیوں نہ ہو میں ہوں غلام بوتراب
باغ جنت ہاں مری جاگیر ہے
گر ہٹا دو نور اہلبیت کو
کون سی اسلام میں تنویر ہے
ہے ہمارے دل میں عکس کربلا
مٹ نہیں سکتی یہ وہ تصویر ہے
نام میرا عزادار حسینؑ
کام میرا ماتم شبیرؑ ہے
دیکھ امت دیکھ لے اکبرؑ کی لاش
یہ نبیؐ کی خون بھری تصویر ہے
کٹ رہا ہے تیغ سے شہہ کا گلا
اور بالیں پر کھڑی ہمشیر ہے
جوڑتا ہے کیوں کماں سے تیر ظلم
حرملہ اصغرؑ کی کیا تقصیر ہے!
لاش اکبر دیکھ کر ماں نے کہا
خواب کیا دیکھے تھے کیا تعبیر ہے
ایک علیؑ کے تھی گلے میں ریسماں
اک علیؑ کے پاؤں میں زنجیر ہے
ہے مجاہدؔ ذکر شہہ کا یہ صلہ
تیری شہرت آج عالمگیر ہے

نقش قدم پہ شاہ کے اہلِ عزا چلو

مجاہد لکھنوی

نقش قدم پہ شاہ کے اہلِ عزا چلو
جنت کو جارہا ہے یہی راستہ چلو

جنت نہیں ہے دور قدم کو بڑھا چلو
بس کربلا سے تھوڑا سا ہے فاصلہ چلو

برزخ کا اور صراط کا اب خوف کیا چلو
چودہ (۱۴) ہیں رہبری کے لئے رہنما چلو

اٹھو، برائے ماتم شاہِ ہدا چلو
ہل من کی آرہی ہے ابھی تک صدا چلو

اسلام والوں تم کو اگر حق کی ہے تلاش
آؤ ہمارے ساتھ سوئے کربلا چلو

مل جائیں گے یہاں تمہیں دنیا کے دستگیر
سارے دروں کو چھوڑ کے تم کربلا چلو

حق کہہ رہا ہے جمع ہیں چادر میں پنجتن
جبرئیل لے کے آیۂ اہلِ کساء چلو

عباسؑ کو جو دیکھا تو بولے یہ اشقیا
بھاگو وہ دیکھو آگئے شیرِ خدا چلو

آپس میں کہہ رہے تھے یہ زینبؑ کے دلنوں لعل
سوئے عدو مثال شہہ لافتیٰ چلو

بولے یہ تیغ کھینچ کے مقتل میں شاہ دیں
دنیا کو چلتے چلتے شجاعت دکھا چلو

صبح دہم (۱۰) یہ حر کو مقدر نے دی صدا
اب شہہ سے بخشوانے کو اپنی خطا چلو

صغرا کے پاس آکے یہ شبیرؑ نے کہا
اصغرؑ بلا رہے ہیں تمہیں کربلا چلو

گردن سے تیر کھینچ کے اصغرؑ سے بولے شاہ
ماں منتظر ہے خیمہ میں اے مہ لقا چلو

شہہ نے کہا بہن سے یہ ہے مرضی خدا
نیزے پہ سر ہمارا ہو تم بے ردا چلو

سن کر تیرا کلام مجاہد سب اہل بزم
کہہ کر اٹھے سلام تو بس ہوگیا چلو

جو علم و فیض کہ اللہ کی کتاب میں ہے

مجاہد لکھنوی

جو علم و فیض کہ اللہ کی کتاب میں ہے
خدا گواہ وہ سب ذات بوتراب میں ہے
وہ دن بھی آئے گا پھیلے گی روشنی حق کی
ہمارا مہر امامت ابھی حجاب میں ہے
علیؑ کے سجدے سے پہلے غروب ہوجائے
بھلا مجال کہاں ایسی آفتاب میں ہے
پلٹ کے آنا پڑا پھر برائے شبیرؑ خدا
یہ داستان نہیں تاریخ کی کتاب میں ہے
سرور جس کا ہے معراج دین و ایمان کی
وہ کیف الفت حیدرؑ تری شراب میں ہے
خلیل دیکھ لو ذبح عظیم کی تعبیر
تمہارا خواب ابھی تک خیال و خواب میں ہے
جو کام کر گئی رن میں حبیب کی پیری
یہ زور اور یہ قوت کہاں شباب میں ہے
یہ حسن چہرۂ اکبرؑ کی چھوٹ پڑتی ہے
جو روشنی شب عاشور ماہتاب میں ہے
یہ پوچھا شاہ سے قاسمؑ نے روزِ عاشورہ
ہمارا نام بھی محضر کے انتخاب میں ہے

خود اپنے لال کو بھیجا ہے جس نے تیروں میں
الٰہی کون سی ہمت دلِ رباب میں ہے
سوال آب ہے شبیرؑ کا برائے صغیر
اجل کا تیرا ُدھر سے رواں جواب میں ہے
اٹھا کے ہاتھوں پہ اصغرؑ کو رن میں بولے حسینؑ
یہ فدیہ بھی میرے مالک تیری جناب میں ہے
سرہانے بیٹھی ہیں لیلیٰ شمع جلائے ہوئے
جوانی اکبرؑ گل پیرہن کی خواب میں ہے
اُٹھے فرشتے مجاہد کی قبر سے کہہ کر
چلو چلو یہ غلامان بوتراب میں ہے

مجھ کو شبیرؑ سے محبت ہے

یاور اعظمی

مجھ کو شبیرؑ سے محبت ہے عشق شبیرؑ میری دولت ہے
قتل شہہ اجتماع امت ہے دار پر آیۂ مودت ہے

آپ کہتے ہیں رونا بدعت ہے اور رونا نبیؐ کی سنت ہے
سارا عالم بنا ہوا ہے یزید ایک شبیرؑ کی ضرورت ہے

ابو طالب پہ کفر کا الزام یہ فقط جذبۂ رقابت ہے
دین حق میں ملوکیت کا شمول نسل سفیان کی شرارت ہے

کب اذان دے گئے علی اکبرؑ آج تک اُس اذان کی نوبت ہے
کر گئی پھر حبیب شہہ کو جواں کتنی معجز نما محبت ہے!

نار سے سوئے نور چل اے حر شہہ کے قدموں میں تیری جنت ہے
شہہ کے زانو پہ اس کا دم نکلا ہے جو قسمت تو حر کی قسمت ہے

اس کو نیزہ نہ مار ابن انس تیری زد پہ نبیؐ کی صورت ہے
کیسے اُٹھے گی لاش اکبرؑ کی باپ بوڑھا جواں کی میت ہے

رکھ لی ٹوٹی کمر پر لاش جواں شاہ دیں آپ ہی کی ہمت ہے

رن سے آتی ہے لاش اکبرؑ کی خیمہ شاہ میں قیامت ہے

زیر خنجر میں شاہ سجدہ میں اپنی معراج پر عبادت ہے
آرہی ہے چچا چچا کی صدا قید خانے میں کس کی تربت ہے
ذکر سبط نبیؐ کرو یاور
ذکر سبط نبیؐ عبادت ہے

قبر میں داغِ غم سبطِ پیمبر لے گئے

یاور اعظمی

قبر میں داغِ غم سبط پیمبر لے گئے
ہم اندھیرے میں چراغوں کا یہ لشکر لے گئے
پھر نہ دیکھے آسماں نے آج تک ایسے جری
کربلا میں چن کے شہہ جیسے بہتر (۷۲) لے گئے
واہ رے قسمت نہ چھوٹا مر کے در شبیرؑ کا
حق دربانی حبیب ابن مظاہر لے گئے
شاہ کے غم میں جو آنسو چشم مومن سے گرے
آسماں والے اسے گوہر سمجھ کر لے گئے
کہتے تھے عباسؑ ملنے دو اجازت شاہ سے
تو سہی ہم کاٹ کر دریا نہ گھر پر لے گئے
ایک دن کی تھی علمداری شاہ کربلا
حشر تک عہد یہ عباسؑ دلاور لے گئے
حر کی راتوں رات قسمت تو بدلتے دیکھے

ساتھ اسے جنت میں خود سبط پیمبر لے گئے
کیفیت معراج کی پوچھے کوئی جبریل سے
کون باہر تھا کسے پردے کے اندر لے گئے
ذوالفقار حیدری جب فرق مرحب پر چلی
اک نشانی ضرب کی جبریل کے پر لے گئے
پیکر تسلیم و جان بازو وفا پرور جری
ناصران شہہ پہ منصب جان دے کر لے گئے
خون کے آنسو بہاتی ہی رہی بنت علیؑ
اور نیزے پہ لعین شبیرؑ کا سر لے گئے
بعد شہہ جب لوٹنے آئے حرم کی اشقیا
ور سکینہؑ کے سر زینبؑ سے چادر لے گئے
شاہ کہتے تھے کہ جینے کا مزہ جاتا رہا
زندگی کا لطف عباسؑ دلاور لے گئے
یاد جب بچے کی آتی تھی تو کہتی تھی رباب
ماں کے دل کا چین اپنے ساتھ اصغرؑ لے گئے
بعد مردن بھی لحد میں جان کر زاد سفر
ہم غم شبیرؑ اپنے ساتھ یاور لے گئے

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے

قمر جلالوی

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے
گزرے تیرہ سو برس خون ابھی تیر میں ہے

شکر سجادؑ پر کہتے تھے تعجب سے لعیں
کتنا آزاد یہ پابندی زنجیر میں ہے
کوئی قرآن کو جز آل نبی کیا سمجھے
ایک عالم ہے کہ الجھا ہوا تفسیر میں ہے
کیوں نہ اکبرؑ کو کہیں احمد مرسل کی شبیہہ
بات قرآن میں جو ہے وہی تفسیر میں ہے
مختصر سا شہہ والا کا ہے میدان میں رجز
اب بھی طاقت اسد اللہ کی شمشیر میں ہے
جائیں فریاد سکینہؑ پہ مدد کو کیونکر
پاؤں تو حضرت سجادؑ کا زنجیر میں ہے
سر زینب کو کہے کون کھلا یا نہ کھلا
یہ تو ایک راز ہے جو چادر تطہیر میں ہے
دیکھے در چھنتے سکینہؑ کے کہا زینبؑ نے
ہائے بی بی یہ ستم بھی تیری تقدیر میں ہے
ہم سے دامن شہہ مظلوم کا چھٹ جائے قمر
اک زمانے سے زمانہ اسی تدبیر میں ہے۔

یوں تیر آرہا ہے اصغرؑ کی جستجو میں

تاثیر نقوی

یوں تیر آرہا ہے اصغرؑ کی جستجو میں
منزل یہاں ہے اس کی جیسے رگ گلو میں

ہے تہلکہ سا برپا اک لشکر عدو میں
عباسؑ بڑھ رہے ہیں پانی کی جستجو میں

پہنچا دے میرے مالک خیموں میں شاہ دین کو
پہروں سے مضطرب ہیں موجیں اس آرزو میں

بولی اجل یہ بڑھ کر جب مسکرائے اصغر
ہنس ہنس کے جان دینا داخل ہے انکی خو میں

برسے گا خونِ حسرت کالی گھٹا سے برسوں
طوفان وہ نہاں ہے ہر قطرہِ لہو میں

باقی رہا نہ امکاں اصغرؑ کی زندگی کا
پیوست ہوگیا یوں ناوک رگِ گلو میں

انصار شاہِ والا یوں گرد شاہ دین تھے
پروانے جیسے آئیں مرنے کی آرزو میں

اے مسکرانے والے دست شہہ ہدا پر
کیا کیا نہ کہہ گیا تو خاموش گفتگو میں

تیر مشیرہ سے اس کے خود موت کانپتی ہے
جو جنگ کررہا ہو مرنے کی آرزو میں

تاثیر نار دوزخ اُس پر حرام ہوگی
شبیرؑ کی محبت شامل ہو جس کی خو میں

جو سجدہ ہوتا ہے مختص پیمبری کے لئے

امید فاضلی

جو سجدہ ہوتا ہے مختص پیمبری کے لئے
رسولؐ نے اسے چھوڑا حسینؑ ہی کے لئے
نبیؐ خدا کے لئے ہے علیؑ نبی کے لئے
نہ ہو یہ ربط تو کوئی نہیں کسی کے لئے

علیؑ علیؑ ہی کئے جاؤ زندگی ہے یہی
ہے عرش محو سماعت علیؑ علیؑ کے لئے
علیؑ ولی بھی ہیں نفس نبیؐ بھی مولا بھی
شعور شرط ہے قران کی آگہی کے لئے

ذرا یہ دیکھنا اے دل وہ کربلا تو نہیں
چلا ہے کعبہ کدھر کسب روشنی کے لئے
سلام خانۂ زہرا تیرے چراغوں پر
بجھے ہیں شمع رسالت کی روشنی کے لئے

فرات میں بھی سکینہؑ کا عکس ہی دیکھا
یہ تشنگی کا ہے ایثار تشنگی کے لئے
غم حسینؑ نہ ملتا اگر حسینؑ کے بعد
دل نگاہ ترس جاتے روشنی کے لئے

غم حسینؑ پہ جو معترض ہیں ان سے کہو
غم حسینؑ عبادت ہے زندگی کے لئے

کہاں وہ راکب دوش نبیؐ کہاں خنجر
یہ لمحہ درد کا باعث ہے ہر صدی کے لئے
نہ روندو گھوڑوں سے لاشۂ حسینؑ کا لوگو
ترس نہ جائے فضا حق کی روشنی کے لئے

کربلا والوں میں دیکھو حوصلہ اسلام کا

ساحر فیض آبادی فیض

کربلا والوں میں دیکھو حوصلہ اسلام کا
سر کٹا کر سر کیا معرکہ اسلام کا
سوچتا ہوں کیا بنے گا یا خدا اسلام کا
ہر کس و ناکس بنا ہے رہنما اسلام کا
رہتی دنیا تک رہے گا تذکرہ اسلام کا
نام زندہ کر گئی ہے کربلا اسلام کا
جب بھی دیکھا ہے غلط ہاتھوں میں لشکر کا علم
ڈوبتا سورج نظر آنے لگا اسلام کا
فتح خیبر یا محمدؐ اب کوئی مشکل نہیں
لیجیے وہ آگیا مشکل کشا اسلام کا
وارثِ اسلام سے فاسق کی بیعت کا سوال
کام تھا شیطانیت کا نام تھا اسلام کا
رکھ لیا شبیرؑ نے نانا کی امت کا بھرم
کفر کے چہرے سے پردہ اٹھ گیا اسلام کا

مرحبا اے ناخدائے کشتی اہل حرام
تم نہیں ہوتے تو بیڑہ غرق تھا اسلام کا

کون کہتا ہے ملوکیت کو اسلامی نظام
دشمن اسلام سے کیا واسطہ اسلام کا

تخت شاہی پر رہے یا زیر دامان حسینؑ
کربلا میں ہوچکا ہے فیصلہ اسلام کا
شہپر جبریل پہ لکھا ہوا ہے لافتیٰ
ذوالفقار حیدری ہے معجزہ اسلام کا
فطرت معصوم کو اصغرؑ نے دے دی زندگی
اک تبسم بن گیا معجز نما اسلام کا
کیا کہیں کیسے مسلمان تھے یزیدی فوج میں
گھر نبیؐ کا لوٹ کر کلمہ پڑھا اسلام کا
سامنے رکھ کر شبیہ روضۂ سبط رسولؐ
دل کو اے ساحر بنالو آئینہ اسلام کا

میت پہ سکینہؑ کے یہ ماں کہتی تھی رو رو کر۔ صدقے ہو یہ مادر

حسن صاحب

میت پہ سکینہؑ کے یہ ماں کہتی تھی رو رو کر۔ صدقے ہو یہ مادر
پردیس میں ماں لٹ گئی تاراج ہوا گھر۔ صدقے ہو یہ مادر

مجبور ہے ماں تجھ کو کفن دے نہیں سکتی۔ کچھ کہہ نہیں سکتی
افسوس کہ چادر بھی نہیں ہے مرے سر پر۔ صدقے ہو یہ مادر

تکیہ ہے نہ بستر نہ کوئی اور بچھونا کیسا ہے یہ سونا
بی بی تمہیں اس خاک پہ نیند آ گئی کیونکر۔ صدقے ہو یہ مادر

زنداں سے رہائی مجھے جس وقت ملے گی۔ کیا مجھ پہ بنے گی
اس قید میں تنہا میں تجھے چھوڑوں کی کس پر۔ صدقے ہو یہ مادر

اصغرؑ بھی نہیں پاس کہ دل جس سے بہلتا۔ کچھ بس نہیں چلتا
اب تو تو خفا ہو کے نہ جا اے مری دلبر۔ صدقے ہو یہ مادر

سینے پہ جواں بیٹے نے جب کھائی تھی برچھی۔ میں دیکھ رہی تھی
اور ذبح ہوا سامنے میرے علی اصغرؑ۔ صدقے ہو یہ مادر

میں کس سے کہوں ہائے مری مانگ بھی اجڑی۔ اور کوکھ بھی اجڑی
میرا سا کسی کا بھی نہ ہوئے گا مقدر۔ صدقے ہو یہ مادر

سجادؑ سے لاشہ تیرا کس طرح اٹھے گا۔ بیمار ہے بھیا
اتنا تو ذرا سوچتی تنہا ہے برادر۔ صدقے ہو یہ مادر

صدقے گئی تم کو تو بہت پیار تھا ہم سے۔ ہم روتے ہیں کب سے
سجادؑ کو سمجھاؤ ذرا خاک سے اٹھ کر۔ صدقے ہو یہ مادر

ہم کرب و بلا ہوتے ہوئے جائینگے بی بی۔ دکھ پائیں گے بی بی
کیا کہہ دیں تمہیں پوچھیں جو عباسؑ دلاور۔ صدقے ہو یہ مادر

پیغام ہو صغرا کے لئے کوئی تو دے دو۔ وہ پوچھے گی تم کو
ہم سوئے وطن جائینگے زنداں سے چھوٹ کر۔ صدقے ہو یہ مادر

اس وقت حسنؑ ایک قیامت کا سماں تھا۔ جب کہتی تھی دکھیا
اب تجھکو کہاں پائے گی یہ بیکس وہ مضطر۔ صدقے ہو یہ مادر

نہر پہ حضرت عباسؑ کے لاشے کے قریب

نہر پہ حضرت عباسؑ کے لاشے کے قریب
اک بہن خستہ تن و کشتہ جگر خفتہ نصیب
بے نوا بے کس و بے پردہ و لاچار و غریب
لیکن اس پر بھی محمدؐ کے گھرانے کی نقیب
زرد چہرے پہ ہے بکھرے ہوئے بالوں کی نقاب
جیسے جزدان میں لپٹی ہوئی عصمت کی کتاب

جابجا جسم پہ ہیں خون کے دھبوں کے نشاں
جیسے پیری میں اٹھائی ہوئی کوئی لاش جواں
ورم آنکھوں میں کمر خم ہے تو خاموش زباں
ضبط کا پھر بھی یہ عالم ہے گریہ نہ فغاں
کون بی بی ہے جو اسطرح سے جان کھوتی ہے
جس طرح لاش پہ بھائی کے بہن روتی ہے

محویت کا یہ ہے عالم کہ نظر ہٹتی نہیں
چومتی ہے کبھی شانے تو کبھی جھک کے جبیں
کبھی تھراتا ہے لاشہ کبھی مقتل کی زمیں
خوف ہے عرش الٰہی نہ الٹ جائے کہیں
لاش عباسؑ پہ یہ دختر حیدرؑ تو نہیں
دیکھئے دیکھئے یہ زینبؑ مضطر تو نہیں

روکے کہتی ہے اُٹھو صاحب شمشیر اُٹھو
حیدرؑ عصر اُٹھو وقت کے شبیر اُٹھو
آل تطہیر کی سوئی ہوئی تقدیر اُٹھو
کاٹ دو عابدؑ و دلگیر کی زنجیر اُٹھو
آگ ہی آگ ہے بھڑکی ہوئی خیموں میں تمام
چھن گئی سر سے ردا جاتی ہوں اب سوئے شام

میرے عباسؑ قیامت ہے بپا تیرے بعد
لٹ کے برباد ہوئی آل عبا تیرے بعد
مٹ گئی رسم وفا جان وفا تیرے بعد
خاک دنیا میں ہے جینے کا مزا تیرے بعد
میرے عباس دعا مانگو کہ مرجائے بہن
لے کے رانڈوں کو یتیموں کو کدھر جائے بہن

یا علیؑ ادرکنی، یا علیؑ ادرکنی

ام لیلیٰ کا جگر ہوگیا چھلنی چھلنی، یا علیؑ ادرکنی
دیکھئے سینہ اکبر میں برچھی کی انی، یا علیؑ ادرکنی

دیکھئے دیکھئے دم ٹوٹ رہا ہے کس کا، ہے قیامت برپا
خیمہ عترت اطہار میں ہے سینہ زنی، یا علیؑ ادرکنی

سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں سرہانے سرورؑ جاں بلب اکبر
ہائے مظلوم کی کیسی ہے غریب الوطنی، یا علیؑ ادرکنی

خیمہ شاہ میں غل ہوتا ہے انا اللہ دم آخر ہے آہ
ہچکیاں لیتا ہے ہمشکل رسولؐ مدنی، یا علیؑ ادرکنی

شہ سے کہتے ہیں خدا حافظ و ناصر بابا دم نکلتا ہے میرا
سنیئے پوتے کی ذرا آپ بھی شیریں سخنی، یا علیؑ ادرکنی

خاک میں ملتی ہے اکبرؑ کی جوانی مولا کہہ رہی ہے فضہ
مل گیا خاک میں شبیرؑ کا سروِ چمنی
یا علیؑ ادرکنی، یا علیؑ ادرکنی

زمانہ برسرِ پیکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

زمانہ برسرِ پیکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
غمِ شبیرؑ دل آزار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

علیؑ تو اسم اعظم ہے مگر خود ساختہ زاہد
علیؑ کے نام سے بیزار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

جو ملت ظلم سے نفرت سکھاتی ہے زمانے کو
یزیدیت سے اس کو پیار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

ہمیں بتلاؤ آخر تذکرہ آلِ محمدؐ کا
مسلمانوں کے دل پہ بار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

کبھی مظلوم کی ساتھی کبھی ظالم سے رابطہ
یہ دنیا اس قدر مکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

کہتی تلتی ہے معراج نبی میزان دانش میں
کم عقلوں پر خدا کی مار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

حسینی صبر کے جوہر یزیدی ظلم سے پوچھو
یہ فتح اک مسلسل ہار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

مسلمانوں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے دشت غربت میں
شبیہ احمد کا مختار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

بتا اے غیرت اسلام بیٹی فخر مریم کی
برہنہ سر سربازار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

ارے یہ بے خطا ہے جرم بے تقصیر غربت میں
اسیر ظلم اک بیمار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

بین تھا سکینہؑ کا شام ہونے والی ہے

بین تھا سکینہؑ کا شام ہونے والی ہے
تم کب آؤ گے بابا شام ہونے والی ہے

خشک ہے دہن میرا تین دن سے پیاسی ہوں
کون پانی لائے گا شام ہونے والی ہے

صبح کے چراغوں کی طرح ہیں سبھی خاموش
چھا رہا ہے اندھیرا شام ہونے والی ہے

نیند کیسے آئے گی اور کس کے سینے پر
جلد آیئے بابا شام ہونے والی ہے

عصر کے اجالے میں گھر لٹا کے بیٹھی ہوں
پھر نہ لوٹ لیں اعدا شام ہونے والی ہے

شام کے اندھیرے میں کانپتی ہوں رہ رہ کر
گھٹ رہا ہے دم میرا شام ہونے والی ہے

دیر سے مرے بابا انتظار ہے سب کو
گھر میں حشر ہے برپا شام ہونے والی ہے

آؤ مصطفےٰ آؤ، آؤ مرتضیٰ آؤ
آؤ فاطمہ زہرہ شام ہونے والی ہے

بھائی اور چچا سب ہی ساتھ میں تمہارے ہیں
کوئی بھی نہیں آتا شام ہونے والی ہے

قید خانے میں سکینہؑ یہ بیان کرتی تھی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

قید خانے میں سکینہؑ یہ بیان کرتی تھی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی
شمع منگوایئے ورنہ میں نہیں جینے کی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

اپنے سینے سے لگالو میں تمہارے صدقے۔ گود میں لے لو مجھے
دل دھڑکتا ہے مرا خوف سے تھراتا ہے جی کیا اندھیرا ہے پھوپھی

صبر کرتی ہوں مگر ہو نہیں سکتا مجھ سے یاں سے لے چلئے مجھے
ورنہ پچھتاؤ گی زندہ نہ رہوں گی میں کبھی کیا اندھیرا ہے پھوپھی

بابا آجائیں تب شمر کو ہوگا معلوم۔ کون ہے یہ معصوم
کیا سمجھ کر مجھے یوں گھڑکیاں دیتا ہے شقی کیا اندھیرا ہے پھوپھی

آج کی شب کو بھی کیا بابا نہیں آئیں گے۔ مجھ کو رلائیں گے
ان کے سینے پہ اگر سوتی تو نیند آجاتی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

کیوں لعیں قید میں لائے ہیں مجھے کیا معلوم۔ ہائے بابا مظلوم
گئے میدان جس دن سے خبر لی نہ میری۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

پانی لانے کو کہاں روٹھ گئے مجھ سے چچا۔ آپ ہی سوچیں ذرا
ہوتے عمو تو میں اس طرح طمانچے کھاتی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

پوچھنے کی مری ان سے نہیں ہمت پڑی۔ اے میری اچھی پھوپھی
مجھ کو بتلایئے کیوں روتی ہیں چھپ کے چچی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

بعد میرے یاں اگر ہوئے پدر کا آنا۔ ان سے یہ فرمانا
مرگئی گھٹ کے اندھیرے میں تمہاری بیٹی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

ہمیشہ جو باوفا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے

سبطِ جعفر

ہمیشہ جو باوفا رہا ہے وہی تو عباسؑ باوفا ہے
نقوشِ ظلمت مٹا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے
حسینؑ جس کو علیؑ و زہراؑ ملائیکہ لوریاں سنائیں!
حسینؑ جھولا جھلانے جسکا فلک سے رُوح الامیں بھی آئیں
وہ جس کا جھولا جھلا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے
وصیت اُس کو علیؑ نے کی تھی حسینؑ ہے مصطفےٰؐ کا بیٹا
اے میرے لختِ جگر ہمیشہ سمجھنا خود کو غلام اُس کا
جو یہ وصیت نبھا رہا ہے، وہی تو عباسِؑ باوفا ہے
جنابِ حمزہؑ جنابِ جعفرؑ، جنابِ حیدرؑ کا جانشیں ہے
میں لاکھ اِس کے مقابلے پر، جبیں پہ لیکن شکن نہیں ہے
ہنرِ وغا کے دکھا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے
اگر وہ چاہے سمٹ کے آجائے مشک میں اس کی علقمہ بھی
فرات کیا سلسبیل وکوثر اگر چہ ہیں دسترس میں اُس کی
جو نہر سے پیاسا جارہا ہے وہی تو عباس باوفا ہے
لقب ہے بابُ الحوائج اس کا جو سب کی ڈھارس بندھا رہا ہے
اگر چہ ہاتھ اس کے کٹ چکے ہیں اور آنکھ میں خوں بھرا ہوا ہے
جو مشک دانتوں میں لا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے
وہ جس کی نسبت سے آج تک ہے قسم کا بھی اعتبار باقی
ہے سبطِ جعفر وہ سب کا پیارا امام اوّل سے تابہ مہدیؑ
جو ناخدائے وفا رہا ہے، وہی تو عباسؑ باوفا ہے

آواز پہ آواز یہ دیتی ہے سکینہؑ

آواز پہ آواز یہ دیتی ہے سکینہؑ
آجاؤ چچا جاں کہ پیاسی ہے سکینہؑ

دریا سے چچا جان ابھی لاتے ہیں پانی
پیاسوں کو یہی آس دلاتی ہے سکینہؑ

اصغرؑ ہو کہاں پانی پلادوں تمہیں بھیا
کوزہ لیئے ہاتھوں میں سسکتی ہے سکینہؑ

تھرایا فلک لرزہ بر اندام زمیں ہے
جب میت شبیرؑ سے لپٹی ہے سکینہؑ

وہ دشتِ بلا اور بہتر (۷۲) کے جنازے
آنکھوں میں یہ منظر لئے روتی ہے سکینہؑ

بدلا تھا کبھی ماں نے جو عاشور سے پہلے
کرتہ وہی پہنے ہوئے سوئی ہے سکینہؑ

کھلواؤ گلا آؤ چچاجان کہاں ہو
اب شام کا بازار ہے قیدی ہے سکینہؑ

اب خاک کے بستر پہ جو سوتی ہے لحد میں
شبیرؑ کی وہ لاڈلی بیٹی ہے سکینہؑ

پانی کبھی پینا تو یہی سوچ کے پینا
پانی کے لیے اب بھی ترستی ہے سکینہؑ

جب شانے کٹے تھے غازیؑ کے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

سید آلِ حیدر رضوی

جب شانے کٹے تھے غازیؑ کے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی
خیموں تک پانی لا نہ سکے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

جب مشکیزے پہ تیر لگا، عباسؑ نے دل کو تھام لیا
شرمندہ ہوئے بے آس ہوئے کیا دِل، پہ گزرتی ہوگی

جب ننھے ننھے بچوں کو، پانی نہ ملا پیاسے ہی رہے!
تھامے ہوئے ہاتھوں میں کوزے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

مقتل کی زمیں سے رو رو کر، جب لاش قاسمؑ کے ٹکڑے
دامن میں شہہ دیں چنتے تھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

انصارِ شہہ دین آگے تھے، پیچھے تھے امام وقت کھڑے
جب چاروں طرف سے تیر چلے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

جب شام غریباں آئی ہے جب، اہل حرم کو لوٹا ہے
جب چھینی گئی چادر سر سے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

سجادؑ کو جلتے خیمے سے، کس طرح اُٹھا کر لائی ہیں
زینبؑ سے ذرا کوئی پوچھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

بیواؤں کے سر سے چادر، جب اشرار نے چھینی ہنس ہنس کر
جب اُن کے نام وہ لیتے تھے، کیا دلِ پہ گزرتی ہوگی

جب بالی سکینہؑ کے گوہر، سب چھین کے ظالم ہنستے تھے
اور اُس کو طمانچے لگتے تھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

دامن کو جلا کر بچی، سے پھر پوچھ رہے تھے یہ اعدا
تو کون ہے ہم کو بتلا دے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

علیؑ کا ذکر جہاں، شامل اذاں نہ رہا

علیؑ کا ذکر جہاں، شامل اذاں نہ رہا
کوئی بھی حق کا طرفدار، پھر وہاں نہ رہا
وہ مر گیا ہے جو نوحے کے دل کی دھڑکن ہے
عزاء اُداس ہے، سچے سا نوحہ خواں نہ رہا
حسینؑ حق کی وہ روشن مثال ہیں جس سے
کسی نگاہ میں اِسلام اب یہاں نہ رہا
میری حیات کا بس آخری وہ لمحہ ہے
میرے خیال میں گر صاحب الزّماںؑ نہ رہا
خدا کے نور کا پرتو نبیؐ وبارہ امام
مقابلے پہ کوئی ان کے تیرھواں نہ رہا
مدد کا وقت ہے مشکلکشاؑ اب آجاؤ
ہے وقت عصر کوئی شہ کا مہرباں نہ رہا
بہت بلند نظر آرہا تھا کعبے سے
تنِ حسین پہ جب کوئی سائباں نہ رہا
اب امّ لیلٰی کو کچھ بھی نظر نہیں آتا
وہ نور آنکھوں کا وہ شیر وہ جواں نہ رہا
چلے ہیں جنگ کو میدان میں علیؑ اصغرؑ
حسینؑ فوج میں شاید کوئی جواں نہ رہا
مہکتے پھول وہ کلیاں وہ غنچۂ تازہ
چلی وہ آندھی محمدؐ کا گلستاں نہ رہا
وہ سر جو باندھا گیا تھا گلے میں گھوڑے کے
حیا تھی ایسی کہ وہ سر سرِ سناں نہ رہا

یہ شامِ غریباں ہے، یہ شامِ غریباں ہے

سید آل حیدر رضوی

یہ شامِ غریباں ہے، یہ شامِ غریباں ہے
جلتے ہوئے خیمے ہیں، بکھرا ہوا ساماں ہے
بے جرم وخطا کس نے مارا ہے بہتر(۷۲) کو
جس نے یہ ستم ڈھایا کیا وہ بھی مسلماں ہے
ناموس محمدؐ کی توقیر ذرا دیکھیں!
سب خاک پہ بیٹھے ہیں کوئی نہیں پرساں ہے
شبیرؑ تیرا پیکر تفسیر ہے قرآں ہے
تو نہج البلاغہ ہے کعبہ ترا عنواں ہے
شہزادئ زینبؑ سے پوچھو کہ ہوا کیا ہے
میں آپ نبیؐ زادی سر آپ کا عریاں ہے
نہ عونؑ ومحمدؑ ہیں قاسمؑ ہیں نہ اکبرؑ ہیں
نہ ابنِ مظاہرؑ ہیں نہ بازوئے سلطاں ہے
بے گور وکفن لاشے بے وارثی کا عالم
سہمے ہوئے بچوں کا اب کون نگہباں ہے
رخسار طمانچوں سے نیلے ہیں سکینہؑ کے
کانوں سے لہو جاری جھلسا ہوا داماں ہے
بیواؤں کو بالوں سے کھینچا ہے لعینوں نے
یہ کیسے درندے ہیں کوئی نہیں انساں ہے
ہم کو بھی زیارت کو اِک روز بلا اُس کی
اے کرب وبلا تیرا جو آج بھی مہماں ہے

سر کھلے گزرا حرم کا قافلہ بازار سے

سید آل حیدر رضوی

سر کھلے گزرا حرم کا قافلہ بازار سے
پوچھیئے ہرگز نہ کچھ بھی عابدؑ بیمار سے
نغمۂ حق کی صدا اٹھی درو دیوار سے
بیڑیاں پہنے جو گزرے شام کے بازار سے
خاک ظلمت میں اٹے جاتے ہیں سب اہل حرم
جارہے ہیں سیلیاں کھاتے ہوئے کفار سے
زینبؑ وکلثومؑ کا جب نام لیتا تھا کوئی
اور بھی مولاؑ نظر آئے نحیف وزار سے
زخم کھائے کیسے کیسے سیّد سجّادؑ نے!
آج بھی سب کچھ عیاں شام کے دربار سے
تن بھی خستہ، دل بھی خستہ سب کے سب اہلحرم
استقامت میں مگر آئے نظر کہسار سے
میں ترا بابا ہوں آسینے پہ سر رکھدے مرے
کہتے تھے عابدؑ سکینہؑ سے لپٹ کر پیار سے
ذوالفقار حیدری سے بچ نہیں سکتا کوئی
آ گیا جو بھی مقابل، دو کیا اِک وار سے

ایماں کی جلا ہے یہ ماتم، زہراؑ کے چین کے ہے ساماں

سید آل حیدر رضوی

ایماں کی جلا ہے یہ ماتم، زہراؑ کے چین کے ہے ساماں
بس چودہ (۱۴) معصوموں کے سوا، ملتی نہیں ہم کو کہیں اماں

آتے ہیں خیالوں میں اکبرؑ، ہوتی ہے جہاں میں جب بھی اذاں
ہم حق کی قسم راہِ حق پر، حق بات یہی تو کہتے ہیں

ہم لوگ دعائے زہراؑ ہیں، شبیرؑ کا ماتم کرتے ہیں
جو دورِ عزا سے رہتے ہیں، تقدیر کا ماتم کرتے ہیں

یہ کرب وبلا ہے آئینہ، قرآن اِسی کا چہرہ ہے
کرتے ہیں تلاوت جب، اِس کی تفسیر کا ماتم کرتے ہیں

بتلادو اُسے جو کہتا ہے، خوں اپنا بہانا بدعت ہے
مظلوم کے حامی جو بھی ہیں، زنجیر کا ماتم کرتے ہیں

باطل کے وار کو سہ جانا، یہ سنت ہے پیغمبرؐ کی
سنت پہ عمل یوں کرتے ہیں، شبیر کا ماتم کرتے ہیں

ہم کرب وبلا کے غنچوں کو رکھتے ہیں تروتازہ ہر دم
شہ رگ سے لہو دیکر، اپنا بے شیرؑ کا ماتم کرتے ہیں

اکبرؑ کا ہے نوحہ ہونٹوں پر، دیتے ہیں پرسہ زینبؑ کو
یہ اہلِ عزا، پیغمبرؐ کی تصویر کا ماتم کرتے ہیں

یہ وقت دکھایا غربت نے، تربت پہ سرہانے اصغرؑ کی
شبیرؑ اکیلے ہی دن میں، بے شیرؑ کا ماتم کرتے ہیں

تھا چھلنی چھلنی جس کا بدن، خنجر سے کٹا تھا جس کا گلا
یہ خوابِ خلیلؑ ہے، جسکی تعبیر کا ماتم کرتے ہیں

تھا طوق گلے، میں، ہاتھوں میں، ہتھکڑیاں بیڑی پاؤں میں
عابدؑ کی اسیری کی خاطر، زنجیر کا ماتم کرتے ہیں
کرتی ہیں خدا کا شکر، ادا دیتی ہیں دعائیں رو رو کر
ہم چاک گریباں زینبؑ کے، جب دیر کا ماتم کرتے ہیں

مرنے کی اِجازت نہیں دیتی ہے کوئی ماں

سید آل حیدر رضوی

مرنے کی اِجازت نہیں دیتی ہے کوئی ماں
اکبرؑ کو باپ نے جو صدا دی تو روئی ماں

رخصت کے لیے آئے ہیں خیمے میں جب اکبرؑ
اِک آہ بھری پھر انہیں کچھ کہہ نہ سکی ماں

سینے میں دل تڑپ گیا بیٹے کو دیکھ کر
اِک آہ بھری پھر انہیں کچھ کہہ نہ سکی ماں

اکبرؑ نے کہا آخری دیدار تو کرلوں
پھر چہرہ میں یہ دیکھ نہ پاؤنگا کبھی ماں

جس کے لئے پالا تھا پھوپھی جان نے مجھ کو!
وہ آ گئی ہے آخری رخصت کی گھڑی ماں

تسلیم کرکے رَن کو چلے جب علیؑ اکبرؑ
خیمے کے در سے دیکھتی ہے ہی رہ گئی تھی ماں

جتنا تھا حکم لڑتے رہے فوج شام سے
پھر اُس کے بعد رن سے صدا آرہی تھی ماں

اکبرؑ نے باپ کو جو صدادی مدد کو آؤ
سینے پہ ہاتھ رکھ کے تڑپنے لگی تھی ماں

ابنِ انس نہ مار شبیہہ رسولؐ کو !
اتنا خیال کر پسِ پردہ ہے کھڑی ماں

سینے سے کھینچتے رہے برچھی اُدھر حسینؑ
اکبرؑ کا نام لے کے اِدھر روتی رہی ماں

خیمے میں لاش لائے نہیں اس لئے حسینؑ
بیٹے کی لاش دیکھ کے کیسے جیئے گی ماں

علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے

گوہر جارچوی

علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے
خدا نے کیسے جہاں بنایا، علیؑ سے پوچھو
عدم نے کیسے وجود پایا، علیؑ سے پوچھو
حیاتِ دنیا میں کون لایا، علیؑ سے پوچھو
یہ نور آنکھوں میں کیسے آیا، علیؑ سے پوچھو
جو رازِ کون ومکاں بتائے، وہی علیؑ ہے
نہ منزلیں تھیں، نہ راستہ تھا، علیؑ سے پہلے
نہ قربتیں تھیں، نہ فاصلہ تھا، علیؑ سے پہلے
نہ صورتیں تھیں، نہ آئینہ تھا، علیؑ سے پہلے
کلام کیا ہے، کسے پتہ تھا، علیؑ سے پہلے
زباں کو جو بولنا سکھائے، وہی علیؑ ہے
جو دیکھنا ہو، خدا کا چہرہ، علیؑ کو دیکھو
ملے گا آنکھوں کو، رب کا جلوہ، علیؑ کو دیکھو
سلیقہ سیکھو، زیارتوں کا، علیؑ کو دیکھو
سرور ہوگا، ضرور ہوگا، علیؑ کو دیکھو
جو منظروں کو حسین بنائے، وہی علیؑ ہے
ملے گا حُسنِ حیات، لیکن علیؑ سے مانگو

ملے گا زادِ نجات، لیکن علیؑ سے مانگو
ملے گی معراج ذات، لیکن علیؑ سے مانگو
ملے گا سب ہاتھوں ہاتھ، لیکن علیؑ سے مانگو
جو مفلسوں کو غنی بنائے وہی علی ہے
علم اٹھانا، قدم جمانا علیؑ سے سیکھو
اجالے کرنا، دیئے جلانا، علیؑ سے سیکھو
زمیں کو آسماں بنانا، علیؑ سے سیکھو
کسی کی مشکل میں کام آنا، علیؑ سے سیکھو
جو سب کی مشکل میں کام آئے، وہی علیؑ ہے
خزاں میں فصل بہار لانا، علیؑ سے سیکھو
غموں کے موسم میں مسکرانا، علیؑ سے سیکھو
بشر کے سینے میں گھر بنانا، علیؑ سے سیکھو
دلوں میں عشق و وفا بسانا علیؑ سے سیکھو
خدا کے گھر کو بھی جو بسائے وہی علیؑ ہے
ملی ہے آنکھوں کو حق نگاہی، علیؑ کے در سے
ملی فقیری کو بادشاہی، علیؑ کے در سے
چلے ہیں خلدو جناں کا راہی علیؑ کے در سے
حسب نصب کی ملی گواہی، علیؑ کے در سے
نقاب چہروں سے جو اٹھائے وہی علیؑ ہے
خدا ملا ہے، ملی خدائی، علیؑ کے گھر سے
میسر آئی ہے حق نوائی، علیؑ کے گھر سے
خدا کے دیں، نے خیات پائی علیؑ کے گھر سے
چلی ہے تہذیب رہنمائی، علیؑ کے گھر سے
جوراہِ علم وعمل دکھائے، وہی علیؑ ہے
یہ خلقت کائنات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ

شعور و فہم وحیات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ
یہ حسن ذات وصفات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ
بقائے اسلا حیات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ
جو زندگی کا ہنر سکھائے، وہی علیؑ ہے

ارم کی خلد و خیاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
مکان کیا لامکاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
نظر سے اُوجھل، جہاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
جہاں کی چاہو وہاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
جو علم کی روشنی لٹائے، وہی علیؑ ہے

ہر ایک دل میں ہر اک زباں پر علیؑ ہے
تمام لب ہائے اِنس وجان پر علیؑ علیؑ ہے
علیؑ علیؑ ہے، یہاں وہاں پر، علیؑ علیؑ ہے
خدا خدا ہے وہاں، جہاں پر علیؑ علیؑ ہے
خدا کی صورت نظر جو آئے، وہی علیؑ ہے

قلم کو چلنا سکھایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
قدم بڑھانا سکھایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
ضمیر انساں جگایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
خدا کے دین کو بچایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
جو وقتِ نصرت مدد کو آئے، وہی علیؑ ہے

طالبِ دعائے مغفرت برائے سب بھائی

اپنے مجلس کے پڑھنے کے لئے یہ CD
بنائی سید نذر عباس
27-5-2003

ذوالفقار حیدری

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

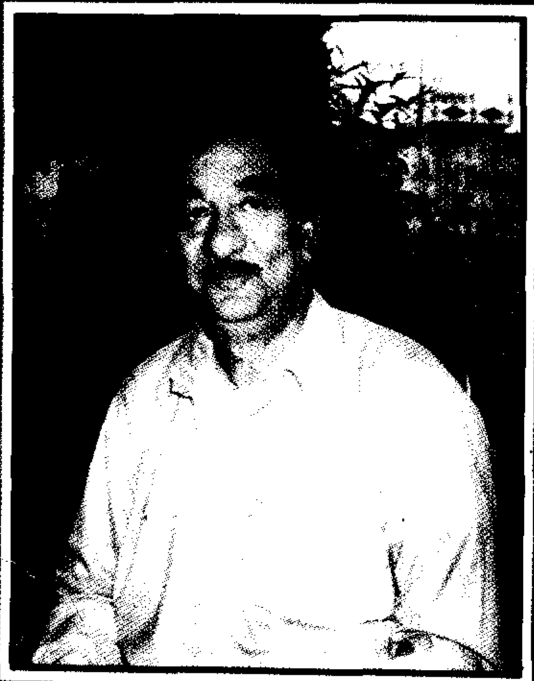

زندہ یہ بیداری رہے   یہ سلسلہ جاری رہے
ہم ہوں نہ ہوں اس بزم میں   قائم عزاداری رہے

سید علی محمد رضوی (اچھے بھائی)

مجموعہ نوحہ جات

انجمن ذوالفقار حیدری

ذوالفقار حیدری

لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف اِلّا ذوالفقار

میں ذاکر ہوں حسینؑ ابن علیؑ کا یہ دعا کیجیے
شرف یہ نسل سے میری قیامت تک نہیں جائے
سید علی محمد رضوی (سچے بھائی)